نزنین آرزو

ساحل و سمندر



زرین آرزو

ساحل و سمندر

اس ملگجی شام کا حسن گلابی ہونے کے ساتھ ساتھ خوشبوؤں اور رنگوں کی آمیزش سے مزید دو آتشہ تھا۔ دلربا قہقہے، آزاد اور بے فکرے چہرے جنہیں شاید زندگی کے کسی دکھ نے نہیں چھوا تھا، یا پھر زندگی اور زیست کی تلخیوں نے ان چہروں کی شادابی ابھی نہیں نوچی تھی۔ ساتھ اسٹیج پر ڈائس کے پیچھے کھڑا وہ پرنسپل کو پرجوش انداز میں خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ اسٹیج کے ساتھ کرسیاں ایک ترتیب سے آگے پیچھے دھری تھیں جو تقریباً پر تھیں۔ آخری رو میں کرسی سنبھالے اس نے گردن گھما کر برابر میں دیکھا اکہرا چہرہ تھا عام سا، کوئی خاص بات نہیں مگر بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں جیسے کشش تھی، اور سانولی رنگت میں نمک، بے تحاشا لمبے بالوں کی چوٹی اس کے شانے اس کی گود میں دھری تھی۔ سیدھا سادا روپہلا سفید ساڑھی میں تھی۔ شاید کوئی اسٹوڈنٹ اس نے لحظہ بھر کو سوچتے اپنا دھیان گرم جوش تقریر کی طرف موڑا۔



"ایکسکیوز می۔" دفعتاً "نرم لہجہ کانوں میں اترا بڑی بڑی سیاہ آنکھیں اس پر جمی تھیں۔
"آپ آگے اسٹوڈنٹس میں جا کر بیٹھیں۔ یہ رو پڑھانے والوں کے لیے مخصوص ہے۔"
اس نے لڑکی کے مزید بولنے سے پہلے استادوں کے مخصوص بارعب لہجے میں کہا۔
"ہم اسٹوڈنٹس میں کیوں؟"
وہ اس کی بات پر حیرت زدہ رہ گئی۔ وہ اتنی کند ذہن تو نہیں لگتی تھی۔ جو اس کے مادری زبان میں بولے جملے کو نہ سمجھ پاتی۔

"آپ شاید اس وقت حاضر نہیں ہیں۔"
لڑکی کے جواب پر اس نے ناگواری سے سامنے دیکھا جہاں فائنل کے اسٹوڈنٹ کی تقریر کے بعد تالیاں پیٹی جا رہی تھیں۔ کانوں کے پردے پھاڑتی۔
وہ ہرگز ان اساتذہ میں سے نہیں تھا جو اسٹوڈنٹس کی بدتمیزیاں اور مباحثے کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے ہیں۔ وہ خاص خود والی شخصیت کا مالک تھا۔ لیکچر دیتے وقت کلاس میں بہت سنجیدہ رہتا۔ اس کی اس لیے دیے رہنے والی عادت کے باوجود سارے اسٹوڈنٹ اس کا بہت ادب، بڑا لحاظ کرتے تھے، وہ ایک اچھا استاد

ناولٹ



تھا۔ ایک قابل شخص، کھرا باصول، اس کے بولنے کا دھیما دھیما انداز دلنواز لہجہ، مخالف صنف اس کے انداز پر خاصا کھنچتی تھی۔ مگر اس نے کبھی کسی کو اہمیت نہیں دی تھی۔

"یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ رو اساتذہ کے لئے مخصوص ہے۔"

وہ ہکا بکا دنگ رہ گئی تھی۔ گمبیر سنجیدہ لہجے والے اس شخص کا اس طرح معمولی بات پر آپے سے باہر ہونا اسے بہت عجیب لگا۔

"اگر معلوم ہوتا تو آپ جیسی کند ذہن لڑکی کے لئے ضرور لکھوا لیتا اور اتنا یاد رکھیے خود سر اور بد تمیز طالب علم مجھے بالکل پسند نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

تیز بلبوں کی چکاچوند روشنی میں ذرا اس کا چہرہ خفت کے باعث لحہ بھر کو لال ہوا تھا، اس شخص کو آخر اس کی اتنی بے عزتی کا حق کس نے دیا اور آخر اس نے اسے سمجھا کیا ہے۔ کوئی بد تمیز اور خود سر لڑکی۔

"اوہ" وہ مزید کسی بحث سے بچنے کے لئے تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

لڑکی کے چہرے کی تمتماہٹ اور اس کے غصے سے اس طرح اٹھ جانے کو اس نے قطعی اہمیت نہیں دی۔

اس نے بے توجہی سے ایک اچٹتی نگاہ دور ہوتی لڑکی کی طرف ڈالی تھی۔ سفید ساڑھی کا لمبا سا پلو اور اس کے ساتھ ساتھ جھولتی اس کی لمبی چوٹی، لمبے بال اسے ہمیشہ سے ناپسند تھے۔ عجیب قسم کا وبال اور جھنجھٹ لگتے تھے اس نے ماہم کے بال خود لے جا کر کٹوائے تھے شانوں تک لہراتے پچھلے دنوں ماہم کو بال بڑھانے کا شوق بھی ہوا مگر اس نے صاف کہہ دیا۔

"دیکھو ماہم! مجھے لمبے بالوں سے چڑ ہے اگر تم میری ہو کر رہنا چاہتی ہو تو تمہیں میری پسند ناپسند کا خیال رکھنا ہوگا اور۔"

"آخر ذرا سے بال بڑھانے میں قباحت کیا ہے۔"

"بس کہہ دیا ناں، مجھے لمبے بالوں والی لڑکیاں پسند نہیں اور بکھری دراز زلفیں چھوٹے اور متوسط طبقے کی لڑکیوں کی ضرورت ہے جو بیوٹی پارلر جا کر سیٹ نہیں کرا سکتیں۔ تمہیں اس سب کی کیا ضرورت ہے۔"

"واقعی؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے مسکرا دی۔

وہ بے حد حسین تھی۔ اوپر سے بڑی ٹھک ٹھک سے تیار ہوتی تھی۔ کہیں چلی جاتی تو لوگ گردن موڑ موڑ کر اسے دیکھتے تھے۔ اس کا خیرہ کر دینے والا حسن دوسروں کو پاگل کر دیا کرتا تھا۔

ماہم بڑے باپ کی بیٹی تھی وہ لڑکی جو سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوئی تھی۔ دولت کی فراوانی اور آسائشوں کی بھرمار، اس کی طبیعت میں نخوت اور خودسری کیوں نہ آتی۔ اور پھر اس پر اس کا ہوشربا حسن، خود کئی بار شاہم کا دل اس کے قدموں میں لوٹ پوٹ ہو جاتا۔

وہ یونیورسٹی کا باصول اور سنجیدہ شاہم صدیقی، اسٹوڈنٹ کا چہیتا جسے اپنے معیار میں رہنا پسند تھا۔ جس کے لبوں پہ مسکراہٹ بھی بمشکل آتی، وہ ماہم کا دیوانہ ہے۔ یہ اگر وہ سب جان لیں تو انہیں یقین نہ آئے اور شاید مضحکہ خیز بھی لگے۔

وہ عام سے خیالات اور پسند رکھنے والا تو نہیں تھا مگر ماہم کے سامنے اس کے سارے نظریات بھربھری مٹی کی طرح جھڑ جاتے اور۔

پرویس کا لڑکا اپنی خوبصورت آواز میں کوئی مشہور غزل گا رہا تھا۔ سبھی دم سادھے بیٹھے تھے۔ کبھی پہلو بدلتے شاہم نے اکتاتے ہوئے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی، سات بج رہے تھے۔ نہ معلوم یہ پروگرام کب تک چلے، اور پھر کھانا، اس نے ماہی سے وعدہ کیا تھا وہ جلد لوٹ آئے گا۔ ماہی نے بڑا زبردست پروگرام ترتیب دیا تھا۔ پتا نہیں کیا کیا، اس نے تو توجہ سے سنا بھی نہ تھا اس کے سارے پروگرام وہی بناتی تھی۔ وہ اسے اکثر فیشن شوز میں بھی گھسیٹ لے جاتی۔ اور وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے پہلو بدلتا ادھر اُدھر بجے سنورے چہروں پر نظریں دوڑاتا، ماہم کے گروپ میں سبھی اونچے طبقے کے لوگ تھے۔ وہ اس کے گروپ سے اچھے تعلقات

رکھتا تھا۔ مگر بھی بھی جھنجلانے لگتا۔ سرا سر وقت کا زیاں، حالانکہ یہ وقت اس کی لائبریری میں کتابوں کے ساتھ گزارنے کا ہوتا ہے اور پھر اس کے کام کا کس قدر حرج ہوتا تھا۔ مگر وہ صرف ماہی کی محبت میں ہی کا مظاہرہ کرتا۔

اور پھر اس خاندان کے احسانات بھی بھلا دینے کے قابل نہیں تھے۔ وہ اگر چاہتا بھی تو ان احسانات کے بوجھ سے رہائی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ جب اس کے ماں باپ حادثے میں گزر گئے تھے اور وہ بے یار و مددگار بالکل تنہا اور لاوارث، تب مسز گورمانی اسے لے گئی تھیں۔ گورمانی صاحب کو بھی یہ لڑکا بہت بھلا لگا۔ معصوم صورت، گہری گہری بولتی آنکھوں والا لڑکا، جس کی بھوری آنکھوں میں آنسو تھے۔ اور بے حد خوبصورت چہرے پر بے چارگی۔

ان کی بیٹی نے اسے دوست بنا لیا، وہ اسے ہر دم ساتھ رکھتی۔ مسز گورمانی اور مسٹر گورمانی نے بھی ان دونوں میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ جن مہنگے اسکولوں میں ماہم نے پڑھا۔ وہ بھی انہی اسکولوں میں پڑھتا رہا، جس قسم کی آسائشیں ماہم کو میسر تھیں، اسی قسم کی آسائشوں میں وہ بھی پل بڑھ کر جوان ہوا۔ بڑا خوبرو نوجوان نکلا تھا، وہ انتہائی خوددار، سنجیدہ اور باوقار، ماہم اس کے لئے پگھل گئی۔ بیٹی کی خواہش اور پھر لڑکا بھی گھر کا پلا بڑھا، نگاہوں کے سامنے رہے گی۔ اور گھر کی جائیداد گھر میں، بیٹی کی بلا ضد مسز گورمانی کو بہت معقول اور عقل مندانہ لگی۔

تب بہت فخر سے اپنے ہونے والے منگیتر کا تعارف کرایا تھا۔

"یہ شاہم ہے میرا ہونے والا منگیتر۔"

اور اس کے گروپ کے لوگ حیرت زدہ رہ جاتے اور جلن کے مارے جب، جاوید اور ہاشم کو اس لڑکے پر رشک آتا تھا اتنی حسین و جمیل ماہی کا منگیتر وہ لڑکا جسے انہوں نے احسانات تلے زیر بار کیا۔ اس کی پرورش کی۔ وہ یتیم لڑکا ماہی کا ہونے والا منگیتر، جاوید نے حیرت سے سوچا۔ لیکن کہہ نہ سکا۔ یقیناً یہ بات ماہی کو ناگوار گزرتی اور وہ ماہی کی خفگی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ حسین لڑکی کم از کم اس کی دوست تو تھی۔

"ہاؤ کیوٹ آر یو ماہی۔"

ھمنا کو شاہم شروع دن سے پسند تھا، بہت خوبرو دل میں اترنے والا اور خصوصاً اس کی بھوری آنکھوں کی سنجیدگی۔ اتنا پرکشش لڑکا وہ کہیں سے بھی کمزور بیک گراؤنڈ کا نہیں لگتا تھا۔

اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ یہ لڑکا اس کے ممی پاپا کو کہیں نہیں مل گیا تب وہ بھی ماہی کی طرح اتراتی پھرتی اور ماہی اس کی طرح رشک و حسد میں جلا ہوتی۔

عنقریب ان دونوں کی باقاعدہ منگنی کا اعلان ہوتا تھا۔

شاہم کو تقریب کے اختتام پر وہ سفید ساڑھی والی اسے پھر نظر آئی۔ ہنستی مسکراتی۔ شفاف دانتوں کی قطار سے جیسے ہر طرف چاندی سی بکھر گئی۔ سلونے مکھڑے پر چاندی اور کانوں میں پڑے ڈھول گھٹنوں تک جھولتی چوٹی وہ لڑکی عام سی ہوتے ہوئے بھی عام نہیں تھی۔

"یہ نئی ٹیچر ہیں سر! آج ہی آئی ہیں۔"

مشتاق نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے بتایا۔

"نئی ٹیچر؟" اسے حیرانی ہوئی۔

نئی کولیگ کا اضافہ اور اسے پتہ بھی نہ چلا۔ وہ اسے اسٹوڈنٹ سمجھ کر اچھی خاصی جھاڑ بھی پلا چکا تھا۔

اس کا خفت زدہ چہرہ اور سیاہ آنکھوں کی جھلاہٹ اسے ابھی تک بھولی نہیں تھی وہ کیا سوچتی ہوگی۔ وہ انتہائی بداخلاق ہے جو اپنے نئے آنے والے کولیگز کے ساتھ اتنا بھونڈا اور روکھا رویہ رکھتا ہے۔

"سر! یہ بھی آپ کے سبجیکٹ سے تعلق رکھتی ہیں یعنی اردو۔"

وہ نپے تلے قدم اٹھاتا اس کے قریب چلا گیا۔ وہ کسی سے محو گفتگو تھی۔

"ایکسکیوز می۔" اس نے سنجیدہ لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"فرمایئے۔" اپنی تذلیل کو یاد کر کے اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

تھا۔ ایک قابل شخص، کھرا اصول' اس کے بولنے کا دھیما دھیما انداز دلنواز لہجہ' مخالف صنف اس کے انداز پر خاصا کھنچتی تھی۔ مگر اس نے کبھی کسی کو اہمیت نہیں دی تھی۔

"یہ کہاں لکھا ہے کہ یہ رو اساتذہ کے لئے مخصوص ہے۔"

وہ غالباً" دنگ رہ گئی تھی۔ گمبیر سنجیدہ لہجے والے اس شخص کا اس طرح معمولی بات پر آپے سے باہر ہونا اسے بہت عجیب لگا۔

"اگر معلوم ہوتا تو آپ جیسی کند ذہن لڑکی کے لئے ضرور لکھوا لیتا اور اتنا یاد رکھیے خود سر اور بدتمیز طالب علم مجھے بالکل پسند نہیں۔"

"کیا مطلب ہے؟۔"

تیز بلبوں کی دکا چوند روشنی میں ڈوبا اس کا چہرہ خفت کے باعث لحہ بھر کو لال ہوا تھا' اس شخص کو آخر اس کی اتنی بے عزتی کا حق کس نے دیا اور آخر اس نے اسے سمجھا کیا ہے۔ کوئی بدتمیز اور خود سر لڑکی۔

"اوہ۔" وہ مزید کسی بحث سے بچنے کے لئے تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

لڑکی کے چہرے کی تمتماہٹ اور اس کے غصے سے اس طرح اٹھ جانے کو اس نے قطعی اہمیت نہیں دی۔

اس نے بے توجہی سے ایک اچٹتی نگاہ دور ہوتی لڑکی کی طرف ڈالی تھی۔ سفید ساڑھی کا لہراتا سا پلو اور اس کے ساتھ ساتھ جھولتی اس کی لمبی چوٹی' لمبے بال اسے ہمیشہ سے ناپسند تھے۔ عجیب قسم کا وبال اور جھنجھٹ لگتے تھے اس نے ماہم کے بال خود لے جا کر کٹوائے تھے شانوں تک لہراتے پچھلے دنوں ماہم کو بال بڑھانے کا شوق بھی ہوا مگر اس نے صاف کہہ دیا۔

"دیکھو ماہم! مجھے لمبے بالوں سے چڑ ہے اگر تم میری ہو کر رہنا چاہتی ہو تو تمہیں میری پسند ناپسند کا خیال رکھنا ہو گا اور۔۔۔"

"آخر ذرا سے بال بڑھانے میں قباحت کیا ہے۔"

"بس کہہ دیا ناں' مجھے لمبے بالوں والی لڑکیاں پسند نہیں اور پھر یہ دراز زلفیں چھوٹے اور متوسط طبقے کی لڑکیوں کی ضرورت ہے جو ہوٹی پارلر جا کر سیٹ نہیں کرا سکتیں۔ تمہیں اس سب کی کیا ضرورت ہے۔"

"واقعی؟۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے مسکرا دی۔

وہ بے حد حسین تھی۔ اور سے بڑی نک سک سے تیار ہوتی تھی۔ کہیں چلی جاتی تو لوگ گردن موڑ موڑ کر اسے دیکھتے تھے۔ اس کا خیرہ کر دینے والا حسن وہ سوال کو پاگل کر دیا کرتا تھا۔

ماہم بڑے باپ کی بیٹی تھی' وہ لڑکی جو سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہوئی تھی۔ دولت کی فراوانی اور آسائشوں کی بھرمار' اس کی طبیعت میں نخوت اور خود سری کیوں نہ آتی۔ اور پھر اس پر اس کا ہوشربا حسن' خود کئی بار شاہم کا دل اس کے قدموں میں لوٹ پوٹ ہو جاتا۔

وہ یونیورسٹی کا بااصول اور سنجیدہ شاہم صدیقی' اسٹوڈنٹ کا چہیتا جسے اپنے معیار میں رہنا پسند تھا۔ جس کے لبوں پہ مسکراہٹ بھی بمشکل آتی' وہ ماہم کا دیوانہ ہے۔ یہ اگر وہ سب جان لیں تو انہیں یقین نہ آئے اور شاید مضحکہ خیز بھی لگے۔

وہ عام سے خیالات اور پسند رکھنے والا تو نہیں تھا مگر ماہم کے سامنے اس کے سارے نظریات بھربھری مٹی کی طرح جھڑ جاتے اور۔۔۔

پرپویس کا لڑکا اپنی خوبصورت آواز میں کوئی مشہور غزل گا رہا تھا۔ سبھی دم سادھے بیٹھے تھے۔ بھی پہلو بدلتے شاہم نے اکتاتے ہوئے رسٹ واچ پر نگاہ ڈالی' سات بج رہے تھے۔ نہ معلوم یہ پروگرام کب تک چلے' اور پھر کھانا' اس نے ماہی سے وعدہ کیا تھا وہ جلد لوٹ آئے گا۔ ماہی نے بڑا زبردست پروگرام ترتیب دیا تھا۔ پتا نہیں کیا کیا' اس نے تو توجہ سے سنا بھی نہ تھا اس کے سارے پروگرام وہی بناتی تھی۔ وہ اسے اکثر فیشن شوز میں بھی گھسیٹ لے جاتی۔ اور وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے پہلو بدلتا اِدھر اُدھر بجے سنورے چہروں پر نظریں دوڑاتا' ماہم کے گروپ میں سبھی اونچے طبقے کے لوگ تھے۔ وہ اس کے گروپ سے اچھے تعلقات

رکھتا تھا۔ مگر کبھی کبھی جھنجلانے لگتا۔ سراسر وقت کا زیاں' حالانکہ یہ وقت اس کی لائبریری میں کتابوں کے ساتھ گزارنے کا ہوتا ہے اور پھر اس کے کام کا کس قدر حرج ہوتا تھا۔ مگر وہ صرف ماہی کی محبت میں یہی کام کیا کرتا۔

اور پھر اس خاندان کے احسانات بھی بھلا دینے کے قابل نہیں تھے۔ وہ اگر چاہتا بھی تو ان احسانات کے بوجھ سے رہائی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ جب اس کے ماں باپ حادثے میں گزر گئے تھے اور وہ بے یار و مددگار رہ گیا بالکل تنہا اور لاوارث' تب مسز گوہانی اسے لے گئی تھیں۔ گوہانی صاحب کو بھی یہ لڑکا بہت بھلا لگا۔ معصوم صورت گہری گہری بولتی آنکھوں والا لڑکا' جس کی بھوری آنکھوں میں آنسو تھے۔ اور بے حد خوبصورت چہرے پر بے چارگی۔

ان کی بیٹی نے اسے دوست بنا لیا' وہ اسے ہر دم ساتھ رکھتی۔ مسز گوہانی اور مسٹر گوہانی نے بھی ان دونوں میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ جن مہنگے اسکولوں میں ماہم نے پڑھا۔ وہ بھی اسی اسکولوں میں پڑھتا رہا' جس قسم کی آسائشیں ماہم کو میسر تھیں' اسی قسم کی آسائشوں میں وہ بھی پل بڑھ کر جوان ہوا۔ بڑا خوبصورت نوجوان نکلا تو ان انتہائی خود اعتماد' سنجیدہ اور باوقار ماہم اس کے لئے پگھل گئی۔ بیٹی کی خواہش اور پھر لڑکا بھی گھر کا پلا بڑھا' اکلوتی بیٹی نظروں کے سامنے رہے گی۔ اور گھر کی جائیداد گھر میں' بیٹی کی بلاوجہ ضد مسز گوہانی کو بہت معقول اور عقل مندانہ لگی۔

بہت فخر سے اپنے ہونے والے منگیتر کا تعارف کرائی تھی۔

"یہ شاہم ہے میرا ہونے والا منگیتر۔"

اور اس کے گروپ کے لوگ حیرت زدہ رہ جاتے اور جلن کے مارے جب' جاوید اور ہاشم کو اس لڑکے پر رشک آتا تھا اتنی حسین و جمیل ماہی کا منگیتر وہ لڑکا جسے انہوں نے احسانات تلے زیر بار کیا۔ اس کی پرورش کی۔ وہ یتیم لڑکا ماہی کا ہونے والا منگیتر' جاوید نے حیرت سے سوچا۔ لیکن کہہ نہ سکا۔ یقیناً" یہ بات ماہی کو ناگوار گزرتی اور وہ ماہی کی خفگی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ حسین لڑکی کم از کم اس کی دوست تو تھی۔

"ہاؤ گلی یو آر ماہی۔"

شمنا کو شاہم شروع دن سے پسند تھا بہت خوبصورت دل میں اترنے والا اور خصوصاً" اس کی بھوری آنکھوں کی سنجیدگی۔ اتنا پرکشش لڑکا وہ کہیں سے بھی کمزور بیک گراؤنڈ کا نہیں لگتا تھا۔

اس نے ایک ٹھنڈی گہری سانس لی۔ لڑکا اس کے کی پایا کو کہیں نہیں مل گیا تب وہ بھی ماہی کی طرح اترا اترا پھرتی اور ماہی اس کی طرح رشک و حسد میں جلا ہوتی۔

عنقریب ان دونوں کی باقاعدہ منگنی کا اعلان ہونا تھا۔

شاہم کو تقریب کے اختتام پر وہ سفید ساڑھی والی اسے پھر نظر آگئی۔ ہنستی مسکراتی۔ شفاف دانتوں کی قطار سے جیسے ہر طرف چاندی سی بکھر گئی۔ سلونے مکھڑے پر چاندی اور کانوں میں پڑے ڈھیلے گھنگھروں تک جھولتی چٹیا وہ لڑکی عام سی ہوتے ہوئے بھی عام نہیں تھی۔

"یہ نئی ٹیچر ہیں سر! ابھی نئی آئی ہیں۔"

مشتاق نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھتے بتایا۔

"نئی ٹیچر۔" اسے حیرانی ہوئی۔

نئی کولیگ کا اضافہ اور اسے پتہ بھی نہ چلا۔ وہ اسے اسٹوڈنٹ سمجھ کر اچھی خاصی جھاڑ بھی پلا چکا تھا۔

اس کا خفت زدہ چہرہ اور سیاہ آنکھوں کی جھلاہٹ اسے ابھی تک بھولی نہیں تھی وہ کیا سوچتی ہوگی۔ وہ انتہائی بداخلاق ہے جو اپنے نئے آنے والے کولیگز کے ساتھ اتنا بھونڈا اور روکھا رویہ رکھتا ہے۔

"سر! یہ بھی آپ کے سبجیکٹ سے تعلق رکھتی ہیں یعنی اردو۔"

وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتا اس کے قریب چلا گیا۔ وہ کسی سے محوِ گفتگو تھی۔

"ایکسکیوزمی۔" اس نے سنجیدہ لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"فرمایئے۔" اپنی تذلیل کو یاد کر کے اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

"میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"
ساتھ بیٹھی لڑکی کے سامنے وہ معذرت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"ذرا اس طرف آیئے۔"

"جی میں نے اچھی طرح معلوم کرلیا ہے اس نشست پر آپ کا کوئی حق نہیں۔"
وہ اسے خوب ہی شرمندہ کررہی تھی۔
"پلیز۔" وہ خفت زدہ سا اتنا ہی کہہ سکا۔
وہ اٹھ کر اس کے قریب آگئی۔
"دراصل یہ سب غلط فہمی کی بنا پر ہوا میں آپ کو کچھ اور سمجھا تھا۔"
"کچھ اور مطلب میں آپ کو انسان نظر نہیں آئی۔"

لڑکی کا مضحکہ اڑانے والا انداز، اس نے اضطرابی انداز میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں الجھائی تھیں۔
"اگر آپ دو ہاتھ دو پاؤں کے مالک ہونے کو انسان کہتی ہیں تو یقیناً غلطی پر ہیں 'انسان ہونے کے لئے انسانیت' خلوص اور' اور رواداری جیسے لوازمات کا ہونا ضروری ہے اور ساتھ ساتھ خوبصورت ذہن اور دل بھی۔ بہرحال میں اپنے رویے کی معذرت چاہتا ہوں۔"

وہ اسے دم بخود چھوڑ کر واپس مڑ گیا۔ اس شخص کے جواب نے اس کی ساری اکتاہٹ ختم کر ڈالی تھی۔
"مس کنزیٰ چلیے کھانا شروع ہوگیا۔" مسز جمشید صدیقی نے کہا تو وہ چونکی۔
بڑا خوبصورت ماحول تھا۔ ماحول میں بڑھتی خنکی میں۔ تاروں کی چھاؤں میں لمبی لمبی میزیں دو اطراف میں' اور بڑا پرتکلف کھانا۔ دو تین آئیٹم تھے۔ مگر زبردست' اس نے برائے نام ہی پلیٹ میں اپنے لئے لوازمات ڈالے۔

کھیرے کا ٹکڑا دانتوں سے کترتے بلا ارادہ ہی اس کی نظریں اس کے تعاقب میں دور تک گئیں۔ وہ اپنے کسی کولیگ سے کسی بات پر گفتگو کررہا تھا۔ بولنے کا مدھم انداز اور ان بھوری آنکھوں میں کیسی

چمک تھی جو مقابل کو اپنی طرف کھینچ لیتی بلاشبہ بعض لوگ اپنی خوبصورتی سے آگاہ ہوتے ہیں اس کا رزلٹ سا رویہ اور بلا کا اعتماد اس کی شخصیت کو مزید چمکاتا تھا۔

"آپ ملی ہیں شاہم صدیقی سے؟ اس ادارے کی جان ہیں موصوف۔" مسز جمشید نے مکمل کر تعریف کی۔

"مجھے اس ادارے میں پندرہ سال ہوچکے ہیں مگر شاہم جیسا سمجھا ہوا لڑکا آج تک میری نظر سے نہیں گزرا' بحیثیت استاد بھی وہ بہت قابل تعریف ہے اور بحیثیت انسان بھی۔ بھئی مجھے تو بہت اچھا لگتا ہے۔"

*_*_*

ماہی اس کا انتظار کرتے کرتے چلی گئی تھی اور وہ ابھی تک واپس نہیں گیا تھا۔ سارا پروگرام برباد ہوگیا اور ماہی کا موڈ بھی۔
جاوید کا فون آیا تو وہ خوب جلی بھنی بیٹھی تھی۔
"کیا کررہی ہو؟"
"انتظار میں جل رہی ہوں۔"
"ابھی مزید جلنا ہے یا میں لینے آجاؤں؟ کہیں سوپ پینے چلتے ہیں۔"
"تم ابھی آجاؤ۔ میں تیار ہوں۔"
وہ جاوید کے ساتھ چلی گئی۔ وہ واپسی پر شاہم سے اچھی طرح نبٹ لے گی۔ بھلا یہ شرافت ہے اسے انتظار کی سولی پر لٹکا کر خود غائب ہے۔
رات بارہ بجے اس کی واپسی ہوئی۔ شاہم کے کمرے کی بتی روشن تھی۔ وہ ٹک ٹک کرتی سیدھا اس کے کمرے میں دروازے پر دستک دیئے بغیر آئی' وہ کسی کتاب میں منہ دیئے بیٹھا تھا۔
"یہ کیا حرکت تھی؟"
ماہی نے ناگواری سے اس کے ہاتھوں سے کتاب تقریباً جھپٹ لی۔
"کون سی حرکت؟"
اس کی آنکھیں مسکراہٹ روکنے کی کوشش میں مزید جگمگا اٹھیں۔

"یہ میرے پروگرام کو برباد کرنے کی بجھ سے وہیں اکر غائب ہوگئے۔"
"یار! فنکشن تھا اس لئے دیر ہوگئی۔ مجھے کیا معلوم تھا تم اتنا برا مان جاؤ گی۔"
اس نے اپنا لہجہ ٹھنڈا رکھا۔ وہی احسانات کا بوجھ اور یہ لڑکی اسے پسند بھی تھی۔
"اچھا تو کیا میں برا بھی نہ مانوں' مجھے جو کوفت اٹھانا پڑی اس کا تمہیں کچھ اندازہ ہے۔ میں تمہیں بچپن سے جانتی ہوں۔ تم ایسے ہی ہو' لاپروا اور بگڑے ہوئے۔"

"میں بگڑا ہوا۔" وہ ہنس دیا۔
"خدا کے واسطے ماہی اتنا غلط الزام نہ لگاؤ' پروگرام یاد ہو گیا تو دیر ہوگئی۔ ورنہ تم جانتی ہو۔ میں نے ہمیشہ تمہاری پسند ناپسند کا خیال رکھا ہے۔"
"اور تم جانتے ہو ناں۔ ممی نے ہمیشہ تمہیں مجھ پر ترجیح دی ہے۔ انہوں نے کبھی تم میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں رکھا۔"
وہ ہمیشہ سے سنتا آیا تھا۔ اس کا مطلب وہ ان کے احسانات تلے دبا ہے اس لئے اس کی اپنی کوئی سوچ اور کوئی مخصوص آزادی نہیں۔ اسے ہرحال میں اپنے احسانات کی قیمت چکانی ہے اور بس 'نو چوں' چراں بھی نہیں کرسکتا اور اس کے پاس کوئی چوائس بھی نہیں۔
اس نے ایک گہرا سانس دل میں بھر کر آزاد کیا۔

"میں سب جانتا ہوں۔"
وہ پھر کو اس کی بے تحاشا حسین آنکھوں میں ایک شعلہ سا لہرایا تھا۔
"آئندہ خیال رکھنا۔ میں ایسے رویے برداشت نہیں کرسکتی۔" حکم کے ساتھ ساتھ ڈھکی چھپی دھمکی بھی تھی۔
وہ کھٹ کھٹ کرتی باہر نکل گئی۔ اسے ماہی کا یہ مغرورانہ انداز شدید ناپسند تھا۔ وہ اپنے پالنے والوں کا احسان شاید مرکر بھی نہ چکا پائے۔ اس کی پوری زندگی ان کے پاس گروی ہے اور پھر ماہی کے پاس
"مجھے شاپنگ کے لیے لبرٹی جانا ہے۔"

وہ دم مرغوبی سے اس کے ساتھ مختلف شاپوں پر گھومتا پھرتا' پھر وہ فیشل کرانے کسی پارلر میں جا گھستی۔ وہ تین گھنٹوں کا مزید ضیاع' وہ "ورائٹی بک" میں گھسا کتابیں کھنگالتا اس کا انتظار کرتا رہتا پھر بھی تنگ آجاتا۔
"ماہی اتنا پیسہ برباد کرتی ہو' آخر کیوں؟ تمہاری وارڈروب کپڑوں سے بھری ہے' یہ مصنوعی سجاوٹ کے ہتھیار' مجھے لڑکیوں کا بننا سنورنا اچھا لگتا ہے مگر اس طرح وقت کی بربادی۔"
"وقت کی بربادی ہی حسن کی قیمت ہے۔ تمہیں کیا پتا پارلر میں دو تین گھنٹے گزارنا معمولی بات نہیں۔ حسن کی اگر حفاظت نہ کرو تو وہ ضائع ہوجاتا ہے۔"
"اور پیسے کا ضیاع حالانکہ پیسہ کتنی مشکل سے کمایا جاتا ہے۔"
"اوہ کم آن' بابا کے پاس اتنی دولت ہے کہ اگر میں دونوں ہاتھوں سے بھی لٹاؤں تو ختم نہ ہو اور پھر تمہیں بھی اختیار ہے جتنا چاہے خرچ کرو' بابا ہر ماہ تمہیں ہزاروں روپے جیب خرچ کے طور پر دیتے ہیں۔"
یہ حقیقت تھی۔ وہ خود بھی آسائشوں کا عادی ہوچکا تھا۔ روپیہ وہ بھی لٹاتا تھا مگر خیال سے۔ اس کے بابا کے دیئے روپے۔ اور پھر اس کی اپنی تنخواہ' اس کا گزارا بہت اچھا ہوجاتا تھا۔
اور پھر وہ قیمتی گاڑی۔ وہ بھی انہی کی دین تھی۔ مسز گوہانی کا خیال تھا ان کے ہونے والے داماد کو لمبی گاڑی میں پھرنا چاہیے۔

*_*_*

خاصا ٹھنڈا موسم تھا۔ اور ساتھ میں گھٹاؤں کا بسیرا' ہلکی بارش مسلسل برس رہی تھی۔ وہ ناشتے کے لئے میز پر آیا تو سبھی موجود تھے۔
"ہیلو ہائی سن۔"
مسز گوہانی کا انداز ہمیشہ سفید چمڑی والی میموں جیسا ہوتا تھا۔
"صبح بخیر۔" وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔
"تم نے ماہی کو منگنی کی شاپنگ کرادی۔" انہوں نے پوچھا۔
"کہاں ممی اسے تو آج کل فرصت ہی نہیں" کیا

مینجولر کی طرح پڑھانا شروع کردیا۔ اتنی جیب جاب' میرے گروپ کے سارے لوگ باتیں بناتے ہیں۔ اسے پاپا کے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔ چار پانچ ہزار کما کر سمجھتا ہے کوئی تیر مار لیا۔ بھئی تمہاری اس کمائی سے میرا کیا بنے گا۔ یہ تو میرے پارلر کا خرچا بھی نہیں ہے۔" اسے دوسروں کی عزت نفس کا بھی خیال نہیں رہتا تھا۔

"اوہ کم آن ماہی! تمہارے پاپا کا سب کچھ تمہارا ہی ہے۔ اوکے ہنی تم ایسا کرو مجھ سے چیک لے لو اور ماہی کو ساتھ لے جا کر اس کی پسند کی شاپنگ کرادو۔" مسز گورمانی نے جیسے مسئلہ ہی ختم کردیا۔

سارے راستے وہ سوچتا آیا' واقعی چار پانچ ہزار تو وہ چٹکیوں میں اڑا دیتی ہے۔ محض اس کے جوتوں کا خرچہ' یا پھر ایک دن کے کپڑوں کا' وہ ماہی کی باتوں کا کبھی برا نہیں مانتا تھا مگر وہ جب اس کی جاب کو تنقید کا نشانہ بناتی تو اسے قطعی اچھا نہیں لگتا تھا۔ یونیورسٹی میں پڑھانا اس کا خواب تھا۔ وہ اپنی یہ جاب ہرگز ہرگز نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

کسی وجہ کے بغیر اس کا دل بے تحاشا اداس ہوگیا۔

اس نے گاڑی ڈیپارٹمنٹ کے سامنے والے پارکنگ لاٹ میں کھڑی کرکے کھڑکی کے شیشے سے باہر جھانکا۔ بارش دھواں دھار تھی۔ دور تک نظر آنے والی بوندوں میں شدت تھی۔ اور خنکی میں اضافے کا باعث بھی۔

وہ سرعت سے باہر نکلا اور دروازہ لاک کرکے تقریباً دوڑتے ہوئے اندر برآمدے تک آگیا۔ اس کی قمیص پر بوندوں نے اپنی پہچان ثبت کردی تھی۔ اس کے بالوں کا بھی یہی حشر تھا۔ پیشانی پر چپکے بال انگلیوں سے پرے کرتے بلا ارادہ اس کی نظریں ذرا فاصلے پر ستون کے ساتھ کھڑی لڑکی پر جا پڑیں۔

آج وہ ہلکے سرمئی رنگ کی سادہ شلوار قمیص میں ملبوس تھی۔ لانبی چوٹی پشت سے نیچے تک لٹکتی اپنی سلونی رنگت سمیت وہ اس سلونے موسم کا ہی ایک حصہ لگ رہی تھی۔ اس لڑکی میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جو اسے دوبارہ دیکھتا۔ مگر جانے کیوں اس کی نگاہیں اس کی چوٹی پر ٹک سی گئیں۔

بھلا ان بالوں کا ماہی کے بالوں سے کیا مقابلہ' ماہی کا حسن ہے شعلہ جوالا ہے اور یہ لڑکی مدھم سا سلونا روپ' جس میں نہ دلوں کو گدگدانے کی اہلیت ہے اور نہ ذہن کو چونکانے کی۔

اس کے باوجود وہ نظریں ہٹا نہیں پایا تھا۔

اسی لمحے کنزیٰ نے بھی اسے دیکھا تھا' لیکن وہ اسے مخاطب کیے بغیر اس کی موجودگی کا نوٹس لیے بغیر آگے بڑھ گیا تھا۔

وہ چند لمحوں کو اپنی جگہ سن کھڑی رہ گئی۔ اس کے مغرورانہ رویے نے اسے بہت دکھ پہنچایا تھا۔

"میڈم! آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں؟ وہاں سب ہیں آئیے بڑی دلچسپ گفتگو ہو رہی ہے۔" ایک اسٹوڈنٹ نے اس کے قریب آکر کہا۔

شاہم طالب علموں میں گھرا کھڑا تھا۔

"دراصل موسم کے تقاضے کے تحت ساتھیوں کا اصرار تھا کہ آج کلاس نہ لی جائے مگر سر شاہم کو قائل کرنا جوئے شیر لانا ہے' آپ اور سر شاہم ایک ہی سبجیکٹ سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ ان سے کہیں نا۔"

وہ بغیر کسی حیل و حجت کے اس کی سمت بڑھ گئی۔

"سر' یہ مس کنزیٰ ہیں۔"

اس لڑکے نے اپنی دانست میں اس کا تعارف کرایا۔

"میں جانتا ہوں۔" اس نے بے رخی سے کہا۔

وہ خفت آمیز چہرے کے ساتھ دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"امید ہے کہ یہاں کے لوگ اور ماحول آپ کو پسند آئے گا۔"

اس نے رسمی سا فقرہ دہرایا۔

"جی۔ سب بہت اچھے ہیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"معاف کیجئے گا' مجھے کچھ کام ہے۔" وہ ایکدم کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ وہ حیران سی دیکھتی رہ گئی۔ آنکھوں میں جیسے کنکر سے چبھنے لگے۔

اس کے ماں باپ نہیں تھے' وہ تنہا تھی۔ مگر مضبوط تھی۔ مگر آج جیسے اس شخص کے رویے نے اس کے گرد کا خول توڑ ڈالا۔ اس شخص کی سنجیدہ شخصیت اور بے تحاشا بھوری آنکھوں کی گہرائی کو دیکھ کر لگا تھا جیسے جانے کب سے جانتی ہے۔

وہ اس رات بستر پر لیٹی تو اسے اپنا وجود کس قدر بے معنی اور بے کار لگا۔ اس شخص کی آنکھوں میں اپنے لئے بے رخی دیکھ کر اسے اپنا آپ کس قدر حقیر لگا۔ وہ بہت سمجھدار لڑکی تھی۔ اس نے اپنا ہر درد اپنے اندر چھپا کر رکھا تھا۔

خالو اور خالہ پر وہ بوجھ بنی تھی۔ اس نے اس زخم کو بھی کسی پر آشکار نہیں کیا۔ خالہ کی اپنی ضروریات تھیں۔ خالو کی کلرکی میں دو وقت کی روٹی نہیں چلتی تھی۔ اور پھر ان کے اپنے بچے' دو لڑکیاں' دو لڑکے۔ ان کا اپنا خرچ' خالہ اوپر سے اس کا مفت کا بوجھ پڑ جانے کا رونا رویا کرتیں۔ تب اس نے اپنی ساری توجہ اپنی تعلیم کی طرف مبذول کرلی۔ وہ دن بھر کام میں جتی رہتی اور ساری رات کتابوں پر آنکھیں جمائے بیٹھی رہتی وہ پڑھ لکھ کر اپنے پیروں پر کھڑی ہوجائے گی تو اسے خالہ کی اتنی کڑوی کسیلی باتیں نہیں سننا پڑیں گی۔ اور جب وہ اپنی کمائی خالہ کی ہتھیلی پر لاکر رکھے گی تو شاید ان کی زندگی کی تلخی کچھ کم ہوجائے۔

اس نے دیکھا تھا جب سے اس کی نوکری لگی تھی۔ خالہ کے کوسنوں میں کمی آئی تھی۔ البتہ وہ بات بے بات مہنگائی اور خالو کی کم تنخواہ کا شور مچائے رکھتیں۔ وہ اس گھٹی بندھی زندگی سے اکتا گئی تھی۔ یہ اس کا واحد خون کا رشتہ تھا جسے وہ کھونا نہیں چاہتی تھی۔ خالہ کو اس سے محبت تھی' مگر گھر کے مسائل نے انہیں کبھی مہلت ہی نہ دی کہ وہ اس محبت کا اظہار کرتیں۔

"کیا پکایا ہے اماں' دال۔" حامد نے پتیلی کا ڈھکنا اٹھا کر اندر جھانکا۔

"اور کیا قورمہ پکاؤں' تیرے ابا کے کارخانے چلتے ہیں کیا؟ یہاں تو دن میں ایک وقت پیٹ بھر جائے تو یہی بہت ہے۔ ایک کمانے والا اور اتنے کھانے والے۔" ماں کی زبان سے تلخی ہی اگل سکتی تھیں۔

"تم لوگ کسی کمائی جوگے ہوجاؤ تو یہ دلدر دور ہو۔"

اس نے دل میں سوچ لیا تھا وہ اپنی ساری کمائی خالہ کی ہتھیلی پر رکھ کر ان کی ساری پریشانیاں دور کردے گی۔ یہ تنگی ترشی یہ مفلسی جھیلنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔

پھر رات بھر محرومیوں اور تنہائیوں کا احساس اسے رلاتا رہا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اس کے اندر کا اطمینان کہاں رخصت ہوگیا۔ حالانکہ پہلے بھی اسی چھت کے نیچے سوتی اور جاگتی تھی مگر یہ بے چینی۔ کیا تھا اس کے اندر وہ جذبہ' تن بسا ہوا جو دکھ دیتا ہے ویسے تو محبت کسی کو بھی خوشی نہیں دیتی۔

رات بھر جاگنے کی وجہ سے اس کی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ وہ ڈیپارٹمنٹ آئی تو آتے ہی سوچا اگر وہ شخص اس سے رسماً بھی بات چیت کرلیتا تو اس کی انا کی تسکین ہوجاتی۔ وہ سب سے خوش اخلاقی سے بات کرتا تھا مگر اسے یکسر نظر انداز کردیتا۔ اس کا یہی رویہ اس کی خودداری کو ٹھیس پہنچاتا تھا۔ کتنی دفعہ اس نے سوچا وہ خود اس سے کچھ کہے۔ لیکن کیا کہے۔

دفعتاً اس نے گاڑی کے بالکل نزدیک کھڑی کنزیٰ کو پلٹ کر دیکھا۔

"ایک منٹ۔" کنزیٰ نے اسے خود ہی بلا لیا۔

"جی فرمائیے۔"

روز اول جیسا اجنبی انداز۔

"کچھ نہیں۔" وہ گھبرا گئی۔ ایک لمحے کے لئے اسے اپنی بے اختیاری پر شدید غصہ آیا۔ اگر کوئی اس سے بات نہیں کرنا چاہتا تو پھر خود کو نیچا گرانے سے کیا فائدہ' وہ واپس جانے کے لئے مڑ گئی۔ "سنیے۔" وہ ایکدم اس کے راستے میں حائل ہوگیا۔

"آپ اپنی بات پوری کیجئے۔" اس کا لہجہ ہمیشہ کی طرح سرسری اور لاپروا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔" اس نے سائیڈ سے نکلنا چاہا۔

"ایک بات کہوں' جس انسان میں خود اعتمادی نہیں وہ زندگی میں کچھ نہیں کرسکتا جب کہ آپ مجھے خاصی سمجھدار لگتی ہیں۔ پھر اس قدر الجھن کا کیوں شکار ہیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

دفعتاً وہ چونکا ان سیاہ آنکھوں میں اداسی کی

پرچھائیاں تھیں۔ شاید وہ لڑکی اپنے اندر کوئی بہت بڑا دکھ چھپائے پھرتی ہے۔

"کیا کوئی مسئلہ ہے۔" اسے اس سے ہمدردی محسوس ہوئی۔

"مسئلہ تو کوئی نہیں۔" وہ ان بھوری آنکھوں سے فرار چاہتی تھی۔

"آپ بتانا نہیں چاہتیں تو آپ کی مرضی۔" وہ بلاوجہ ہنسا۔

اس کے چہرے کے اترتے رنگ کو اس نے چند لمحوں کے لئے دیکھا اور گاڑی کی چابی جیب میں ڈالتے آگے بڑھ گیا۔

واپسی میں وہ بس کے انتظار میں کھڑے کھڑے سوکھ گئی تھی۔ یہاں سے اسے دو بسیں بدلنا پڑتی تھیں۔ اور پھر دس پندرہ منٹ کی مسافت الگ۔ موسم کے آثار اچھے نہیں تھے۔ بادلوں سے ڈھکا آسمان وہ بہت پریشان تھی۔ اگر بارش شروع ہو گئی تو وہ کیا کرے گی۔

"آیئے' آپ کو چھوڑ دوں۔"

شاندار گاڑی قریب آن رکی۔ اور اس کی کھڑکی سے نظر آتا شاندار سراپا' وہ حیرت کی زیادتی سے جیسے بت بن گئی۔ وہ اتنا بااخلاق کب سے ہو گیا۔

"اس وقت بس آپ کو مشکل سے ملے گی۔ اور۔"

"میں چلی جاؤں گی۔"

وہ مدھم لہجے میں بولی' حالانکہ اس کا رواں رواں مچل رہا تھا' وہ اس کے ساتھ بیٹھ کر طویل مسافت پر نکل جائے' ایسی مسافت جو کبھی ختم نہ ہو۔ ارے یہ پاگل دل کیسی خواہش کرنے لگا تھا۔

"انکار کی وجہ؟ کیا مجھ پر اعتبار نہیں۔" اس نے سادگی سے پوچھا۔

"نہیں' ایسی تو کوئی بات نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

اور چپ چاپ اس کے برابر بیٹھ گئی۔

"اعتبار کا شکریہ۔" وہ ذرا سا مسکرایا۔

سلونی رنگت' سیاہ بالوں کی بے حد لمبی چوٹی اس کے سائیڈ میں پڑی تھی۔ دفعتاً شاہم کا جی چاہا وہ ان بالوں کو چھو کر دیکھے۔ مگر کیوں۔؟ کیوں آخر وہ بے سبب اس لڑکی کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہے اور اگر ماہی ملک کو پتا چلا تو وہ اس کی اور اپنی جان ایک کر کے رکھ دے گی۔

اس نے ایک جھٹکے سے اپنی گردن سیدھی کر کے نگاہیں ونڈ اسکرین پر جمادیں۔ اور ایکسیلیٹر پر دباؤ دیا۔

"آپ کہاں رہتی ہیں۔؟"

"آپ کی دنیا سے بہت دور جگہ ہے۔"

اس کے لہجے میں اداسی تھی۔

پتا نہیں یہ شخص اس کے دل میں کیوں گھر کرنے لگا جس کے آگے اس کی حیثیت صفر تھی اور اس نے اس آدمی کے متعلق سوچا جو روپے پیسے میں کھیلتا تھا۔ جو لمبی چوڑی گاڑی میں آتا تھا۔ وہ اونچے اسٹیٹس والا اس جیسی بے چاری غریب لڑکی کی طرف نگاہ اٹھانا بھی گوارا نہیں کرے گا۔ پتا نہیں وہ یہ مرض چپکے چپکے اندر کیوں پال رہی ہے۔ اور۔

"آپ کے گھر میں کون کون ہے؟۔"

وہ بات کرنے کی غرض سے پوچھ رہا تھا۔

"خالہ' خالو۔"

"اور آپ کے والدین؟۔"

"وہ نہیں ہیں۔" وہ ہکلا رہی تھی۔ شاید دل گرفتہ بھی تھی۔

لمحے بھر کے لئے جیسے سناٹا چھا گیا۔ سننے والے کے چہرے پر بھی جیسے ایک تاریک سایہ لہرایا تھا۔ ان دونوں کا درد مشترکہ ہے۔ کتنی عجیب بات ہے' اس نے نظر اٹھا کر ساتھ بیٹھی لڑکی کی جانب دیکھا۔ تنہا ہونے کے باوجود اس نے اپنی زندگی کسی کے پاس گروی نہیں رکھی۔ وہ اس کی طرح بزدل نہیں۔ کتنا فرق ہے ان دونوں میں۔ وہ اپنی طبیعت کے خلاف اپنے پالنے والوں کی ہر بات مانتا ہے۔ شاید اس لئے بھی کہ انہوں نے اسے دنیا بھر کی آسائشیں مہیا کی ہیں۔ اگر وہ ان کے احکام کی خلاف ورزی کرے تو بلا مبالغہ اسے ان آسائشوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ آسائشوں سے محروم ہونے کا مطلب اس کی موت

کے برابر تھا۔ وہ ایسا تجربہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی ہڈیوں میں عیش و آرام اس قدر بیٹھ گیا کہ اس کی عزت نفس اور غیرت بھی جا سوئی' ان دنوں زندگی سے جیسے اس کا جی اچاٹ ہو رہا تھا اگر وہ سر اٹھائے گا تو احسان فراموش کہلائے گا۔

"آپ کے گھر میں کون کون ہے؟"

بہت جھجک کر اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"مجھے ضروری کام سے پہنچنا ہے فوراً' آپ اپنے گھر کا راستہ بتاتی جائیے۔" اس نے بے رخی سے کہا تو وہ حیرانی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

اس کا سوال ایسا تو نہیں تھا کہ وہ آپے سے باہر ہو جاتا۔ حالانکہ یہی سوال اس نے خود اس سے بھی کیا تھا۔ وہ ندامت سے بیٹھی ہاتھ مسل رہی تھی۔ وہ ہمیشہ سے ایسی ہی تھی۔ غلطی نہ ہونے پر بھی شرمسار ہونے والی۔ وہ بچوں کی طرح جھاڑ پڑنے کے خوف سے لرزتی رہی۔

چھوٹا علاقہ' تنگ گلیاں' اس نے گاڑی باہر مین روڈ پر کھڑی کروائی۔

"شاید آپ اپنا گھر نہیں دکھانا چاہتیں۔" اس نے جاتے جاتے کھڑکی سے ایک بار پھر حیران ہو کر اسے دیکھا تو وہ شخص کھڑکی میں جھک کر کھڑی میں بولا۔

"اگر آپ آنا چاہیں تو ایک کپ چائے پی لیجیے۔"

اسے ذرا بھی امید نہیں تھی وہ اس کے ایک بار کہنے پر اس کے ساتھ جانے پر آمادہ ہو جائے گا۔ گاڑی کا دروازہ لاک کرتے دیکھ کر وہ اتنا تو سمجھ ہی گئی۔ وہ یقیناً اس کی حیثیت کا اندازہ کرنے اس کے گھر تک آنا چاہتا ہے' پیسہ تو اللہ کی دین ہے۔ اس میں شرم کیسی۔ ہاں انسان انسانیت کے دائرے سے باہر ہو جائے تو شرم کی بات ہے اور۔

گھر کے دروازے کے اندر قدم رکھتے اس نے دیکھا۔ چھوٹا سا صحن اور سامنے دو کمرے' ان کے پاس مہمانوں کو بٹھانے کے لئے ڈھنگ کی کرسی میز بھی نہیں تھی۔

"بیٹھیے۔" خستہ سی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ ہکلا رہی تھی۔

"شکریہ۔" وہ بڑے تکلف سے ٹک گیا۔

خالہ گھر میں نہیں تھیں اور ان کی دونوں بیٹیاں بھی ملازم اور تعلیم تو ویسے بھی سارا سارا دن نہ معلوم کہاں خوار ہوتے تھے۔ خالہ جاتے ہوئے دروازے کو تالا لگا کر نہیں جاتی تھیں۔ چھوٹا سا محلہ' چوری چکاری کا کیا ڈر' اور پھر اس گھر میں چرانے کے لئے رکھا ہی کیا تھا۔ سامنے والی چاچی کا دروازہ کھلا رہتا اس لئے گھر کی نگرانی رہتی تھی۔

"آپ کافی پینا پسند کریں گے۔"

وہ اپنے لئے کبھی کبھار کافی کا اہتمام کر لیتی تھی۔ کافی کا ڈبہ اس نے اپنے پیسوں سے منگوا کر رکھا تھا۔ بھلا خالہ ایسی فضول خرچیوں کی اجازت دیتیں۔

"اگر آسانی سے ممکن ہو تو۔" وہ بڑے آرام سے بولا۔

وہ تیزی سے باورچی خانے کی طرف چلی اور جتنی دیر کافی تیار ہونے میں لگی' وہ سوچ سوچ کر ہراساں ہوتی رہی۔ اگر خالہ آگئیں تو وہ انہیں کیا جواب دے گی۔

وہ کافی لے کر آئی تو وہ نہایت انہماک سے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا اسے آتا دیکھ کر وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"اتفاق دیکھیے۔ آج گھر پر کوئی بھی نہیں۔"

"مطلب آپ چاہتی ہیں جلدی ٹل جاؤں۔"

"نن۔ نہیں میرا مطلب یہ نہیں۔" وہ سٹپٹا گئی۔

پہلی مرتبہ اس کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا۔

کافی کے لئے اس کا بڑھا ہاتھ اسی زاویے پر کانپتا رہا۔ وہ کتنی دیر اس کے ہاتھ کی لرزاہٹ کو توجہ سے دیکھتا رہا پھر خود سے بولا۔

"آپ میرے آنے پر بالکل ہی گم صم ہو گئیں' لگتا ہے آپ کو توقع نہیں تھی کہ آپ کے رسماً کہنے پر میں چل ہی پڑوں گا۔"

"نہیں پلیز' آپ غلط سمجھ رہے ہیں' آپ یہ کافی لیجیے۔"

"شکریہ۔" اس نے اسی اطمینان سے کرسی پر جمے اس پر سے نظریں نہیں ہٹائیں۔

"ڈیپارٹمنٹ سے واپسی کے بعد آپ کے کیا شوق ہیں۔"

"کچھ خاص نہیں اور پھر شوق تو آپ جیسے لوگوں کے ہوتے ہیں۔"

"مجھ جیسے مطلب؟۔"

وہ اتنا کند ذہن تو نہیں تھا۔

"مطلب آپ جیسے امیر لوگوں کے۔"

اس نے صاف بات کرکے جان چھڑائی۔ اتنا تو وہ جان ہی گئی تھی' اس کے سامنے گول مول بات کا کوئی فائدہ نہیں۔

"آپ سے کس نے کہا میں امیر ہوں۔"

اس نے جیسے اس کی بات سے بہت حظ اٹھایا تھا۔

اس کے سوال سے بچنے کے لئے اس نے کافی کا مگ اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"کافی اچھی بنالیتی ہیں آپ۔"

کافی کا ایک گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے بے اختیار کہا۔

ان سلونے ہاتھوں کی ساری مٹھاس اس کافی میں آبسی ہے۔ اور یہ سیاہ آنکھیں' جن میں کتنے بہت سے جانے ان جانے رنگ تھے۔

"مجھے افسوس ہے' میں نے آپ کا وقت ضائع کیا۔"

"نہیں۔ آپ کے آنے سے مجھے خوشی ہوئی ہے۔"

"سچ کہہ رہی ہیں' مگر مجھے آپ کے انداز سے یوں لگا جیسے اگر میں تھوڑی دیر مزید بیٹھا تو آپ خود ہی دھکا دے کر مجھے نکال باہر کریں گی۔" وہ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"خدا حافظ۔"

اور وہ گنگ سی رہ گئی۔ ایسی بات اس نے کیسے سوچ لی۔ اس کی خاموشی کا کتنا غلط مطلب لیا تھا اس نے' رات تک اس کے دل سے اس کی بات کا دکھ نہیں گیا' اور صبح تک تیز ہواؤں کی شدت سے کھڑکیاں' دروازے بجتے رہے۔ بارشوں کا موسم ہر طرف جل تھل کردیتا ہے۔ اور ان کی گلی میں تو پانی کھڑا ہو جاتا تھا۔ بمشکل ڈیپارٹمنٹ جاسکی۔ ابھی اس نے ڈیپارٹمنٹ کے پارکنگ لاٹ میں قدم رکھا ہی تھا کہ جانی پہچانی گاڑی اس سے ذرا فاصلے پر رکی تھی۔ اس شخص کے ساتھ بیٹھی لڑکی جانی پہچانی نہیں تھی۔ حسین و جمیل لڑکی بہت ماڈرن تھی بہت سی نظریں اس کی طرف اٹھی تھیں۔

کنزیٰ کو ایک دم ہی اپنے کمتر ہونے کا شدت سے احساس ہوا۔ اس لڑکی کی اس کے ساتھ موجودگی بے سبب نہیں' اور پھر وہ جانتی تھی کہ وہ بے حد سنجیدہ شخص ہے۔ اس کے بارے میں آج تک اس نے کوئی غلط بات نہیں سنی' اس طرح ایک لڑکی کے ساتھ گھومنے کا مطلب صاف اور واضح ہے۔

وہ لڑکی بڑے اعتماد سے اس سے چرپڑ باتیں کررہی تھی۔ شاہم نے بت بنی لڑکی کے قریب سے گزرتے نادانستہ اس کے چہرے پر نگاہیں ڈالیں۔ وہ دونوں اسے سیڑھیوں پہ تنہا چھوڑ گئے۔

اس نے اس لڑکی کا تعارف کرانے کی زحمت بھی نہیں کی۔

شاہم کے رویے نے اسے بہت تکلیف دی۔ کیا تھا اگر وہ رک کر۔۔۔ اس سے تعارف کرا دیتا تو۔

وہ دونوں ساتھ ساتھ کتنے اچھے لگ رہے تھے' چاند سورج کی جوڑی تھی۔ پھر بھلا اس عام سی لڑکی کے متعلق وہ کیوں سوچتا۔ اس بے حد ماڈرن اور اونچے طبقے والی لڑکی کے سامنے وہ سیدھے بالوں اور سادے کپڑوں والی لڑکی تو دکھائی بھی نہیں دیتی ہوگی جیسے تھی۔

بارش کی تیز پھوار نے اس کے چہرے کو بھگویا تو وہ کلاس میں آگئی۔ لیکچر دیتے کتنی مرتبہ اس کا دھیان اس کی طرف گیا۔ وہ ڈھنگ سے پڑھا بھی نہ سکی۔ اسے خود بھی لگ رہا تھا جیسے اس کا اڑا اڑا چہرہ اس کی اداسی کو سب پر فاش کردے گا۔

بریک میں وہ کینٹین میں آبیٹھی تو مسز جشید وہیں تھیں۔

"ہیلو کنزیٰ! شاہم کی ہونے والی منگیتر سے ملیں تم۔ ہاؤ کیوٹ اتنی حسین لڑکی' میری نظر سے کم ہی گزری ہے' بہت خوبصورت کپل ہے' بڑا چھا رہتم لگا شاہم' ہمیں آج بھی بتانہ چلا' وہ تو شاہم ضد کرکے اس کے ساتھ آگئی۔ دراصل آج اس کی سالگرہ ہے۔ وہ خود شاہم کے ساتھ اس کی چھٹی کی درخواست دینے آئی تھی۔ اب تم پوچھو گی وہ اگر بغیر درخواست کے چھٹی کرلیتا تو کیا مضائقہ تھا۔ دراصل وہ بہت اصول پسند آدمی ہے اور۔۔۔"

مسز جشید اس کے چہرے پر پھیلی زردی سے بے خبر بے تکان بولتی جارہی تھیں۔

"وہ سب کو انوائیٹ کرکے گئی ہے۔ تم بھی چلوگی ناں۔"

"نہیں مسز جشید! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"بری بات' وہ جلدی میں تھے اس لئے مجھے کہہ گئے۔ تمہیں چلنا ہوگا' بہت برا لگے گا' اور پھر شاہم ہمارا کولیگ ہے۔"

اس کا سر درد سے پھٹا جارہا تھا۔

"اگر تمہیں کنوینس کا مسئلہ ہے تو میں تمہیں گھر سے لے لوں گی۔"

انہوں نے اس کے پاس انکار کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔

گھر آکر کتنی دیر بے دم سی پڑی رہی۔ اس نے کھانا بھی نہیں کھایا۔

نمکین پانی سے اس کا حلق گیلا ہوتا رہا۔

دفعتاً "اسے اپنا آپ بہت کمینہ لگا۔ یوں دوسروں کی خوشیوں سے جلنا انتہائی کمینگی ہے۔ اور پھر اس یک طرفہ پاگل پن کا مطلب' سمجھ میں نہیں آتا اس کی خود دار طبیعت نے ایسا کیوں سوچا۔

کئی مرتبہ اس نے اپنی آنکھیں خشک کی تھیں اگر وہ نہ گئی تو نہ جانے مسز جشید کیا سمجھیں اور پھر زندگی اتنی ارزاں تو نہیں کہ اسے ایک شخص کے پیچھے یوں ضائع کردیا جائے۔

اس نے الماری کھول کر دیکھا۔ اس کے پاس پہننے کے لئے ایک بھی ڈھنگ کا کپڑا نہیں تھا۔ اس کے تصور میں اس لڑکی کا بیش قیمت سوٹ آگیا۔ وہ کچھ بھی پہن لے اس سے بہتر کپڑے اس کے ملازم پہنتے ہوں گے۔

اس نے سادہ سی سرمئی رنگ کی سادہ سی قمیص لی۔ جس کا بارڈر سیاہ رنگ کا تھا۔ اس نے کون سا اہتمام کرنا تھا جو اسے دیر لگتی' وہ لمبے بالوں میں برش پھیر رہی تھی کہ جبھی مسز جشید اسے لینے آگئیں۔

"تمہاری سادگی میں بھی کشش ہے کنزیٰ۔"

انہوں نے اسے توصیفی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"دل رکھنے کا شکریہ۔" وہ کہنا چاہتی تھی مگر کہہ نہیں سکی۔

بعض اوقات گہرا دکھ انسان سے بولنے کی صلاحیت چھین لیتا ہے۔

"عنقریب ہی دونوں کی منگنی ہوگی۔"

وہ گاڑی ڈرائیو کرتے اسے اطلاع دے رہی تھیں۔ کس قدر خاموشی ہوگئی تھی اس کے اندر' تھا تو وہ پہلے ہی کچھ کم' اس حادثے نے جیسے اسے ساری دنیا سے اچاٹ کرکے رکھ دیا تھا۔ راستے بھر اس کا سینہ جلتا رہا۔ اسے لگا جیسے وہ یہاں سے بھی صاف دیکھ سکتی ہے۔ وہ حسین لڑکی خوب بنی سنوری اس کے ساتھ ساتھ کامیابی کا جشن منا رہی ہے اور۔

بھلا اسے اس کی کامیابی اور ناکامی سے کیا سروکار؟۔

روشنیوں کے اس سیلاب میں ماہی کے حسن کے چرچے ہر زبان پر تھے۔ اور اس بے انتہا حسین لڑکی کو دیکھ کر شاہم کی آنکھوں میں بھی بہت روپہلے رنگ اترے تھے۔ وہ خود بھی بہت مغرور سا ہو رہا ہے۔ وہ لڑکی اس کی ہے۔ سدا کے لئے اور۔

رنگوں کی اس یلغار میں دفعتاً" اس کی نگاہیں اس سادہ کپڑوں والی لڑکی پر جا پڑیں۔ جو کتنی تنہائی ایک طرف کھڑی تھی۔ اور جس کی پشت پر کھلے بے تحاشا لمبے بالوں نے جیسے ہر سو کالی اندھیرا پھیلا دیا تھا۔ ریشم کے لچھے جیسے بال' جبھی اس نے ذرا فاصلے پر اپنے گروپ میں اترائی اترائی کھڑی ماہی کی طرف دیکھا۔ شانوں تک کٹے بال پارلر والی کی محنت کا شاہکار تھے۔ وہ یون گھنٹہ پارلر میں صرف کرکے آئی تھی۔

وہ اگر زندگی کی طویل مسافت سے تھکا ہارا لوٹتا تو کیا ان زلفوں کی چھاؤں میں ستا پائے گا' یہ چکا چوند وجود'

رنگوں میں بسا طل دھڑکا رہا تھا اور وہ سادہ سی لڑکی۔ سرمئی ساڑھی میں ملبوس' باوقار اور سنجیدہ جس کی سیاہ آنکھیں بھی سادہ تھیں۔

"کیسی ہیں آپ؟۔" وہ اس کے قریب چلا آیا۔

"ٹھیک۔" جانے کیوں اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

اس شخص کو شاید کبھی پتا بھی نہ چلے وہ کبھی ایک دل کی دھڑکن بنا تھا اور اس نے ایک دکھی لڑکی کی راتوں کی نیند اڑا دی تھی۔ وہ تاحیات اس کے خیالوں میں محفوظ رہے گا۔

"آپ نے کچھ لیا' جوس وغیرہ۔"

اس نے قریب سے گزرتے ویٹر کی ٹرے سے جوس کا گلاس اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے بدقت گلاس تھام لیا۔

"وہ شاہم! پلیز یہاں آؤ۔ میں تمہیں اپنی نئی دوست سے ملواؤں۔"

ماہی نے بے تکلفی سے اسے پکارا تو وہ اسے ایکسکیوزمی کہتا اس کے پاس چلا گیا۔ وہ ماہی کے تمام دوستوں سے خندہ پیشانی سے مل رہا تھا۔ وہ اپنے جیسے لوگوں میں جچتا ہے۔ وہ جہاں جہاں گیا۔ اس کی آنکھیں اس کے ساتھ ساتھ اس کے تعاقب میں رہیں۔ وہ کونے میں رکھی کرسی پر تنہا بیٹھی خود کو اس محفل میں بالکل مس فٹ محسوس کررہی تھی۔ مسز جمشید بھی اسے ساتھ لا کر بھول گئی تھیں۔

وہ اس حسین لڑکی کو سنبھالے سنبھالے پھر رہا تھا۔ اور وہ اس کے ساتھ ساتھ لگی جیسے بہت مغرور تھی۔ اپنے ناز انصرائی' وہ دم بخود سب کو دیکھتی رہی۔ اتنی دولت آخر لوگوں کے پاس کہاں سے آتی ہے؟

"اب کیک کاٹ لو ماہی' کافی وقت ہوچکا۔"

وہ ماہی کے قریب آگیا۔ وہ اپنے کسی پرانے شناسا سے ہنس ہنس کر باتیں کررہی تھی۔ شناسا کا اس مداخلت پر منہ بن گیا۔ ماہی اپنے تمام امیر کبیر دوستوں کو بہت اہمیت دیا کرتی تھی۔ وہ اس کا بازو پکڑ کر ایک طرف لے آئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے شاہم! جب پرانے دوست ملتے ہیں تو اس طرح مداخلت کرنا ایکدم جہالت ہے۔ بھلا کیا سوچتا ہوگا' میرا ہونے والا منگیتر مینرز سے بے بہرہ ہے۔ کسی چھوٹے طبقے سے تعلق رکھتا ہے لوزر۔"

"پلیز ماہی۔" وہ جو کچھ کہہ رہی تھی تھا تو گڑگڑایا۔ وہ یہ کیوں بھول جاتا ہے' وہ اس کے بے شمار احسانات تلے دبا موم کا ایک شخص ہے جسے اپنی مرضی پر کچھ اختیار نہیں۔ اور جو اس کی ہر ڈانٹ بجد اری سے سننے پر مجبور ہے۔ وہ وہی کرسکتا ہے جو اس میں فیڈ کیا جاتا ہے حتی کہ جذبات احساسات بھی اس کے اپنے نہیں۔

اسے ایکدم اپنے آپ پر بے تحاشا ترس آگیا۔ ایسی اہانت وہ ہر روز بھی اٹھائے تو کم ہے ایسی ذلت کا وہ ہر لحے مستحق ہے۔ جو اپنی ذات کا آسائشوں اور بھاری سکوں سے سودا کرتے ہیں۔ ان کی روح تک کو قید رکھا جاتا ہے اور۔

وہ سرخ ہوتا چہرے لیے ایکدم جانے کو مڑا۔

"تم کہاں چلے؟۔" اس نے تیزی سے جاتے شاہم کا ہاتھ پکڑا۔

"ابھی مجھے کیک کاٹنا ہے' اگر تم اس طرح محفل سے چلے گئے تو لوگ کیا کہیں گے' سب کے سامنے کتنی شرمندگی ہوگی۔ یہاں بہت بڑے بڑے لوگ جمع ہیں۔"

بس جیسے یہی تو ساری بات تھی۔ وہ اس پر اپنے لوگوں کو ترجیح دیتی تھی۔ واقعی وہ تماشا بن جاتا' بچپورا" وہ اس کے ساتھ کھڑا رہا۔ جب وہ تالیوں کی گونج میں کیک کاٹتی رہی۔ اور جب وہ تحفے بٹورتی رہی۔ ساتھ میں مبارکباد بھی۔

وہ ایکدم کونے میں اکتائی اکتائی سی بیٹھی لڑکی کے پاس آگیا۔

"آپ تب سے یہاں بیٹھی ہیں' شاید آپ بور ہورہی ہیں"۔

"سنیں' برتھ ڈے کیسی رہی؟۔"

کترینہ نے دیکھا' وہ کچھ مضطرب تھا۔ اور اس کی پیشانی پر دو بل نمایاں تھے۔ وہ اس کے پرانے دکھوں

ے آگاہ تھی۔ اور نہ موجودہ گزرنے والے اہانت آمیز واقعے سے۔
لعنت بھیجتا ہے ایسی زندگی پر جس میں اس کی پل پل تذلیل کی جائے۔ اس کی عزت نفس کو مجروح کیا جائے۔ وہ اپنی حیثیت اچھی طرح سمجھتا ہے۔ وہ ساری زندگی ماہی کے لیے ایک بے دام غلام رہے گا جو ہر حکم پر سر جھکاتا ہے اور بس۔
"میں اب چلوں گی شاہم صاحب! خالہ اتنی دیر گھر سے باہر رہنے کی اجازت نہیں دیتیں۔"
یہ مسئلہ درپیش تھا' وہ واپس کیسے جائے مسز جمشید ابھی فارغ ہوتی نہیں لگ رہی تھیں' رات کو میوزک کا پروگرام تھا اور اس شخص کی آنکھوں سے ہویدا کشمکش اور پریشانی اسے کچھ بھی کہنے سے باز رکھ رہی تھی۔
"میں آپ کو چھوڑ آؤں گا چلیے۔"
وہ اس سے اجازت نہیں لے رہا تھا۔
وہ اس کی مہربانی پر لمحہ بھر کو جیسے گنگ رہ گئی۔ اتنی اہم پارٹی چھوڑ کر بھلا وہ اسے ڈراپ کرنے جائے گا۔ اور وہ حسینہ کیا یہ گوارا کرے گی۔
"چلیے۔" اس نے کہا' مقابل کا چہرہ بے تاثر تھا۔
"اتنی رات کو آپ کو ناحق زحمت ہوگی۔"
"اگر میں یہ زحمت نہ کروں تو پھر آپ گھر کیسے جائیں گی۔"
گویا وہ ساری سچویشن سمجھتا ہے۔ اس نے لمحہ بھر کے لیے اس کا چہرہ دیکھا اور پھر اس کے ساتھ باہر آگئی' اندر کے شور شرابے کی نسبت باہر قدرے سکون تھا' آکاش پر ابھی تک بادلوں کی بھرمار تھی۔ ستارے اور چاند غائب' اسی لیے اندھیرا زیادہ گہرا ہے یا پھر۔
گاڑی اس کے گھر کے راستے پر دوڑاتے وہ ابھی تک چپ تھا۔
کسی کو اپنی بدقسمتی اور محرومیوں کی داستان سنانا آسان نہیں ہوتا۔ مگر پتا نہیں کیوں اس کا دل چاہ رہا تھا۔ وہ اس لڑکی کو اپنے اندر کا ناسور دکھا کر سکھ پا جائے۔ وہ اسے بہت مہربان لگتی تھی۔ بہت دھیمی طبیعت کی۔
سڑکیں تقریباً" ویران تھیں۔ اور اس سے بھی زیادہ اس کا دل' ماہی کے آج کے رویے نے اسے بہت مایوس کیا تھا۔ کبھی اس کی زندگی میں وہ اہمیت اختیار نہیں کر پائے گا جو منگیتر یا شوہر کی ہوتی ہے۔ وہ سمجھتا تھا کہ وہ خوش قسمت ہے جو ماہی نے اسے اپنے دوستوں پر ترجیح دی۔ اسے زندگی میں شامل کرنا چاہتی ہے۔ مگر وہ بھول گیا تھا ایسی امیر کبیر دولتمند حسینہ کے لیے شوہر محض دکھاوے کا ہوتا ہے۔ اس کے ہر حکم پہ پالتو جانور کی طرح دم ہلانے والا۔ اور بس۔
اس کا دل چاہا' وہ کسی مہربان کندھے پر سر رکھ کر خوب روئے۔ اپنے اندر کی ساری بھڑاس باہر نکال لے۔
"آپ کی منگیتر بہت خوبصورت ہے۔"
خاموشی سے گھبرا کر کنزی نے خود ہی بات کی۔
اسی دم اس نے تیزی سے موڑ کاٹا۔
"آپ خوبصورتی کو کن معنوں میں شمار کرتی ہیں۔" اس کے لہجے میں چبھن تھی۔
"میں سمجھی نہیں۔" اس نے حیران ہو کر اس کی شکل دیکھی۔
وہ سنجیدہ تھا۔ وہ شدید تناؤ میں لگ رہا تھا۔ پتا نہیں کیا ہوا' حالانکہ وہ خوش خوش اپنی منگیتر کے ساتھ گھومتا پھرتا رہا تھا۔ اس کا جی چاہا پوچھے مگر شاید اسے اس کا کریدنا اچھا نہ لگے۔
"آپ نے جواب نہیں دیا۔"
اس کی سوئی اسی نکتے پر اٹک گئی تھی۔
"اصلی خوبصورتی انسان کے اندر ہوتی ہے' مگر بعض لوگ ظاہری خوبصورتی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اب یہ تو انسان کے اپنے ذہن اور اپنی سوچ پر منحصر ہے' وہ کس قسم کی خوبصورتی چاہتا ہے۔ اسے ظاہری نمود و نمائش متاثر کرتی ہے یا روح کی پاکیزگی۔"
اس نے بڑے رسان سے کہا۔
دفعتاً" اسے لگا اس گوری کی نگاہیں سرد ہیں۔
شاید اس نے کچھ غلط کہہ دیا؟۔
اس کے سامنے انسان اپنی خود اعتمادی کھونے لگتا ہے اور وہ تو ویسے ہی اس سے متاثر رہتی تھی۔ اور اس کی خفگی سے خوفزدہ' وہ شخص بولنے سے پہلے سوچتا نہیں تھا۔ اور ناگوار بات سہنا اس کی شخصیت کا خاصا بھی نہیں' اتنی قلیل مدت میں وہ اسے اتنا تو سمجھ ہی گئی

تھی۔

وہ منہ سے کچھ نہیں بولا' البتہ گاڑی کی اسپیڈ میں اضافہ ہو گیا۔

گہرے اندھیرے میں سڑکوں پر اطراف میں جلتی بتیوں کی روشنی میں وہ عام سی لڑکی اسے بالکل عام سی نہیں لگی۔ خوبصورت سوچیں انسان کو نکھار دیتی ہیں۔

اس کا ادراک اسے آج ہوا بلکہ ابھی ہوا' وہ بہت سلجھی سوچوں کی مالک ہے۔

اور ساتھ ہی

اس کا دکھ پھر سوا ہو گیا۔

"جانتی ہو وہ صرف میری ہونے والی منگیتر ہی نہیں ہے' وہ میرے پالنے والوں کی بیٹی بھی ہے' میں ان کے بے شمار احسانات کے بوجھ تلے دبا ہوں اور۔۔۔"

دفعتاً اس نے اپنے لب بھینچ لئے۔

اپنے دکھوں کی تشہیر اسے کبھی بھی گوارا نہیں رہی۔ اور پھر اس لڑکی سے اس کا کیا تعلق جو وہ اپنے دکھوں کو اس کے حوالے کر کے خود ہلکا پھلکا ہو جائے۔

کنزیٰ کو جیسے شاک سا لگا تھا۔ وہ اتنا ویل مینرڈ اور شاندار بندہ اس کی طرح یتیم ہے۔ وہ سمجھتی رہی دولت جس کی باندی ہے۔ اور آسائش جس کا مقدر' یہ سب عنایتیں اس کے پالنے والوں کی ہیں۔ وہ جانتی تھی بے گھر اور بے ماں باپ کا ہونے کا دکھ کتنا جان لیوا ہوتا ہے۔ اسے لگا جیسے اس آدمی کا دکھ اس کے اندر تک اترا ہے۔

اس دنیا میں بالکل پتا نہیں چلتا' ہنستے مسکراتے چہروں کے پیچھے کون کون سے بھیانک درد چھپے ہیں۔ اور چکا چوند شخصیت کے اندر دکھوں کے کتنے بھنور'

لب بھینچے بیٹھے شخص کا دکھ اس سے بالکل نہیں چھپا تھا۔

کنزیٰ نے لمحہ بھر کے لئے اسے دیکھا شدت ضبط سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اس کی سمجھ میں نہ آیا وہ کیا کہہ کر اس شخص کی دلجوئی کرے۔ وہ دفعتاً "محتاط ہو گئی تھی۔ وہ اس سے اس کی آئندہ زندگی کے منصوبوں کے بارے میں بھی نہیں پوچھنا چاہتی تھی۔

بھلے کچھ بھی ہو' اس کا مستقبل روشن ہے' اور حل واضح' وہ اس کی طرح منزل کے لئے مایوس نہیں ہے اور۔۔۔"

رات گئے مین روڈ پر گاڑی روک کر وہ بھی اتر گیا۔

"تنہا آپ اندر گلیوں میں کیسے جائیں گی۔ میں چھوڑ آتا ہوں۔"

اس نے دیکھا اس نے اس ساری خاموشی میں جیسے خود کو سنبھال لیا تھا۔ وہ قطعی نارمل لگ رہا تھا۔

اس نے حجت نہیں کی۔

اس شخص کے ہمراہ قدم اٹھاتی وہ خود کو بہت محفوظ سمجھ رہی تھی۔ کتنا اچھا ہوتا اگر وہ اس کا ہوتا۔ اس کی آنکھوں میں گرم گرم پانی جمع ہو گیا۔

رسائی سے دور چیزوں کی تمنا کرنا پاگل پن کے سوا کچھ نہیں۔ جانے یہ آسان سی بات اس کی سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔

"صبح آپ ڈیپارٹمنٹ آئیں گی۔"

"جی ہاں۔"

اسے دروازے پر چھوڑ کر وہ تیز تیز چلتا گلی کا موڑ مڑ گیا۔ وہ گردن گھمائے اسے بت بنی دیکھتی رہی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔

دروازہ محسنہ نے کھولا خالہ' محسنہ کی ڈیوٹی لگا کر سو چکی تھیں۔

"اتنی رات کو کیسے آئی ہو' نیند سے میری بری حالت ہے۔"

"میرا کولیگ چھوڑ گیا ہے۔"

وہ اندر کمرے میں آ گئی محسنہ پیچھے پیچھے۔

"بائیک پر آئی ہو۔"

"نہیں گاڑی پر۔"

"گاڑی پر' کتنے عیش ہیں تمہارے۔ اس گھر سے باہر نکلی ہو تو تمہاری قسمت جاگی ہے اور ہم کنوئیں کے مینڈک' اچھا خیر کس رنگ کی گاڑی تھی۔"

"پتا نہیں میں نے غور نہیں کیا۔" اس نے اکتاہٹ سے کہا' محسنہ ہمیشہ ایسے ہی بے تکے سوال کرتی تھی۔

"اور وہ تمہارا کولیگ وہ کیسا ہے۔"

"جیسے انسان ہوتے ہیں۔"

اس نے الماری سے کپڑے نکالتے ہوئے کہا۔

"میں نے کب کہا ہے اس کے سر پر سینگ اگے ہوں گے۔ میں تو اس کے بارے میں جاننا چاہتی تھی"۔ محسنہ چڑ گئی۔

"مجھے نہیں پتا میں یونیورسٹی میں صرف پڑھانے جاتی ہوں محسنہ"۔

"سبھی پڑھانے جاتے ہیں۔ لیکن ایک دوسرے سے واقفیت تو ہو ہی جاتی ہے اور پھر تمہارا کولیگ تمہیں چھوڑنے آیا تھا' بھلا کوئی کسی کو ایسے ہی چھوڑنے نہیں آتا اور۔۔۔"

"میرا دماغ مت چاٹو۔!"

وہ کپڑے بدلنے چلی گئی۔

وہ کپڑے بدل کر آئی تو محسنہ ابھی بھی اسی موضوع سے چپکی ہوئی تھی۔

"تم کو کیسا لگتا ہے وہ؟۔"

"اس کی منگنی ہونے والی ہے۔"

"منگنی۔" محسنہ کو جیسے دھکا سا لگا۔

اس کا خیال تھا کنزیٰ یہاں سے نکلے گی تو ہو سکتا ہے اس کے لئے راہیں کھل جائیں' لازمی طور پر کنزیٰ اس کے لئے بھی ہاتھ پاؤں مارتی۔ ان سیلن زدہ گلیوں سے باہر نکل کر'

"وہ لڑکی بہت حسین ہے۔"

اسے کسی سے مقابلے کی آگ بھسم نہیں کرتی تھی۔ لیکن محسنہ کی باتوں نے اس کی گھٹن بڑھا دی۔

*_*_*

سالگرہ والے دن کے بعد سے جیسے اس کے دل میں ایک گرہ سی لگ گئی تھی۔ وہ بہت محتاط ہو گیا تھا اور کافی حد تک اپنے خول میں بند بھی۔ مسز گورسانی نے منگنی کی خریداری کے لئے ماہی کو جو بھاری چیک دیا تھا اس کو خرچ کرنا لازمی تھا۔ اس لئے وہ اس کے سر ہو گئی۔

"بور مت کرو شاہم! ہفتہ بھر رہ گیا ہے منگنی میں اور تم وقت ضائع کر رہے ہو۔"

"خریداری تم نے اپنے لئے کرنی ہے' میری کیا ضرورت؟۔"

"تمہارے لیے بھی بہت کچھ خریدنا ہے' ایک عدد ڈائمنڈ کی رنگ اور بریسلیٹ آخر منگنی میں سبھی آئیں گے۔ ہماری عزت کا سوال ہے' اچھا تو شیروانی پہنو گے نا۔"

"شیروانی۔!" وہ ماتھے پر بل بھی نہ ڈال سکا۔

"مجھے کارٹون بنانا ہے۔ میں جس حال میں ہوں اسی میں رہنے دو۔"

"ہاں گاڈ شاہم! تمہاری سوچیں ابھی تک نچلے طبقے کے لوگوں جیسی ہیں۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہے انسان اپنا اصل نہیں بھولتا مگر تمہیں یہ احساس ہونا چاہیے تم شہر کے جانے مانے رئیس کے ہونے والے داماد ہو اور اچھا اب اٹھو۔ شیروانی میں تمہارے لیے پسند کروں گی۔"

وہ زبردستی اسے بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ گھسیٹ لے گئی۔ لمبی لمبی اونچی دکانیں' وہ بڑی فراخ دلی سے روپیہ بہا رہی تھی۔ وہ عدم دلچسپی سے اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہا۔

"تم بھی تو کوئی مشورہ دو۔"

گارمنٹس شاپ پر اس نے اس کے سامنے اپنی پسند کا پرنٹ لہرا کے کہا۔

"تمہاری پسند مجھ سے کہیں زیادہ اچھی ہے۔" اس نے ڈھیلے لہجے میں کہا۔

"بہت ڈل ہو تم شاہم بہت بور۔" وہ ایک دم ہتھے سے اکھڑ گئی "مجھے یہ سوچنے پر مجبور نہ کرو کہ تم سے میری منگنی کا فیصلہ غلط ہے اور۔۔۔"

اس دم وہ پرانا شناسا بھی آ گیا۔ جس کی وجہ سے سالگرہ میں ماہی نے اس کی بے عزتی کی تھی۔

"ہیلو ماہی! تم یہاں کیسے؟"

"ظاہر ہے۔ شاپنگ کر رہی ہوں اچھا ہوا تم آ گئے' یہ شاہم تو مجھے بے حد بور کر رہا ہے۔ تم ذرا کپڑوں کے انتخاب میں میرا ساتھ دو۔"

وہ مزے سے اس کے ساتھ لگ گئی۔ وہ دونوں ہنس ہنس کر بے تکلفی کا مظاہرہ کرتے رہے۔

وہ اس کا برسوں پرانا ساتھی تھا جس کے ساتھ وہ ہواؤں میں اڑ رہی تھی' اور جس کی موجودگی میں اس

سے اٹھا کر پھینکا جا چکا تھا۔
وہ اٹھ کر باہر آگیا۔ اور اس لڑکی نے ذرا سا نوٹس بھی نہیں لیا۔
آئس کریم پارلر سے ٹھنڈی ٹھنڈی کون حلق میں اتارتے اس نے سوچا تھا شاید اس طرح اس کی شدت میں کمی آجائے۔ لیکن اس کا سینہ جلتا رہا۔
وہ اس لڑکی کی زندگی میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے بارے میں ابھی اسے سوچنا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا اس کی خوددار طبیعت یہ کیسے گوارا کرلیتی تھی۔ وہ ہمیشہ سے ایسی تھی۔ وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا مگر وہ جیسے مسلسل تکلیف میں تھا۔
وہ گھر پہنچا' ماہی ابھی تک نہیں لوٹی تھی۔ جب وہ واپس آئی تو وہ لاؤنج میں صوفے پر آنکھیں موندے پڑا تھا۔
"یہ بالکل بیہودہ ہو شاہم! عالی کے سامنے مجھے کتنی سبکی ہوئی آخر اس طرح بتائے بغیر تمہیں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ کتنی دیر میں اور عالی تمہیں لابی میں ڈھونڈتے رہے۔ عالی کو... آخر تم نے مجھے ذلیل کرنے کا تہیہ کیوں کر رکھا ہے تمہاری اس حرکت پر میں عالی سے نگاہیں ملانے کے قابل بھی نہیں رہی۔"
وہ کتنی دیر چپ بیٹھا اس کی شکل دیکھتا رہا سوچتا رہا تھا۔ وہ ایسے گھر میں رہتا ہے جہاں اس کی ماں ایسی نمائش کی مشغول ہیں۔
"تم مجھے ایک بات بتاؤ۔" وہ اس کے سامنے گئی۔
"تم اپنی ان حرکتوں سے آخر ظاہر کیا کرنا چاہتے ہو۔"
"پلیز ماہی میں اس وقت لڑنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"
اس کی بات پر وہ بالکل پتنگے سے اکڑ گئی۔
"ظاہر ہے لڑائی جھگڑا جیسے میرا محبوب مشغلہ ہے۔"
"پلیز ماہی۔" اس نے آہستگی سے کہا۔ "میں تھک گیا ہوں۔"
"مجھے سب پتا ہے۔"
اس کے جھنجھلائے لہجے کو نظرانداز کرتے ایک کوفت سی اس کے چہرے پر اتر آئی۔ اس کے اعصاب جیسے شل ہورہے تھے۔

"اچھا چھوڑو اپنی شاپنگ دکھاتی ہوں۔" اس نے بات بدل کر کہا۔
اپنی شخصیت کی کمزوری اور وہ اپنا سہارا نہیں لگا مگر کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے آپ ذہن پر چھائی مستی کی ساری غلطیاں معاف کر دیتے ہیں۔
"تم شاپنگ دیکھ کر کیا کرو گے۔"
وہ کھٹ کھٹ کرتی چلی گئی۔
وہ دنگ رہ گیا ماہی کا رویہ دن بدن تلخ اور حقارت آمیز ہوتا جا رہا تھا۔
کتنی دیر وہ چپ چاپ میز پر پاؤں رکھے آج کے دن کے بارے میں غور کرتا رہا وہ کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی اس لڑکی کا بنایا جا رہا تھا۔ جو اس کی ذات کو ذرا بھی اہمیت نہیں دیتی تھی۔
کتنا بوجھ لاد دیا تھا ان پالنے والوں نے اس پر ان کے احسانات کے حساب چکاتے چکاتے جیسے تھک کر چور ہو گیا تھا۔ وہ لڑکی کبھی بھی اس کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرے گی۔ اور۔
اس نے فریج کھول کر ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی اور منہ لگا کر غٹاغٹ چڑھا لیا۔ یہ چھوٹی چھوٹی رنجشیں اگر بڑھ کر جھگڑے کی صورت اختیار کر گئیں تو کسی کے لئے بھی اچھا نہیں ہوگا۔ ماہی کے لیے نہ خود اس کے لئے۔ ریل کی پٹڑیوں کی طرح الگ الگ ہوتے ہوئے بھی انہیں ایک ساتھ رہنا ہے۔
صبح ناشتے کی میز پر وہ ساری تلخی بھلائے خوش باش تھی۔ اسے اپنے ہاتھوں سے ابلا انڈا چھیل کر دے رہی تھی۔ خدایا یہ لڑکی ہر ایک کو اپنے موڈ کے تابع کیوں بنانا چاہتی ہے۔ اس نے سانس روک لیا۔
"یہ انڈا لو۔" اس سے انکار کا مسئلہ ہو گیا۔
اس نے سعادت مند بچے کی طرح انڈا لے لیا۔ جتنی دیر وہ کالی مرچ چھڑک کر انڈا کھاتا اس نے اس کے لئے چائے کی پیالی بھی تیار کر دی۔
اتنی عنایتیں۔
وہ اس کے خوبصورت چہرے کو بغور دیکھ کر کچھ جاننے کی کوشش میں لگا رہا۔
"ہاں شاہم! آج تم آواری میں فیشن شو میں چلنا

...بصلا بھی لے گئے گی۔"

...نے کا گھونٹ بھرتے جیسے اس کا حلق کسیلا ہو گیا۔

"تم تیار رہنا شام میں۔"

"سوری ہادی! شام کو مجھے لائبریری جانا ہے۔"

"میں کوئی عذر نہیں سنوں گی۔"

...سے کوفت ہونے لگی تھی۔ سیلمٰی ہمیشہ سوال ...رتی ہے۔ کبھی کسی کی مجبوری یا طبیعت کو جاننے کی کوشش نہیں کرتی۔

...ڈیپارٹمنٹ اگر بھی اپ سیٹ رہا۔ لیکچر بھی ڈھنگ ...سے نہیں دے سکا۔ جب وہ برآمدے کا موڑ مڑا عین ...اسی وقت وہ اس کے سامنے آگئی۔ سیاہ آنکھوں میں ...سرا سرا سکون تھا۔ اس کی شخصیت سحر طاری کرتی ...حسن کا باعث تھی۔

...بہت سمجھدار لڑکی تھی۔ اس نے بالکل ساتھ ...ڑے شخص سے ایسے سوال نہیں کیے جن کا جواب ...دے نہ پاتا۔ البتہ اس کے بجھے بجھے چہرے کو دیکھتے ...مسرور ہوئی۔

"آپ فارغ ہیں اس وقت۔"

"کوئی خاص بات۔"

"نیوز سنٹر تک چلنا ہے اگر آپ ساتھ دے سکیں ...دراصل میرے پاس سواری نہیں ہے مجھے چند ضروری کتابیں لینی ہیں۔"

...اس سے کبھی بھی نہ کہتی۔ مگر وہ اسے اس کھچاوٹ ...سے باہر لانا چاہتی تھی۔ پتا نہیں کیوں اس کا دل کہہ رہا ...تھا وہ سخت اپ سیٹ ہے۔

...وہ قدرے آسانی سے جانے پر تیار ہو گیا۔ وہ کس قدر سنجیدہ اور خاموش لگ رہا تھا اچھا ہی کیا۔ وہ اسے ساتھ لے آئی۔

"آپ کی اس دن کی کافی مجھے ابھی تک یاد ہے۔" اس نے یہ کہہ کر جیسے اسے حیران کر دیا۔

اس جیسی مبہم لڑکی کی ذات سے منسلک بات اسے یاد تھی۔ اس کے وجود میں خوشی کی لہر سی دوڑ گئی۔

پلک کی خوشی۔ عارضی مسرت۔ یہ کتنا گھٹیا پن ہے۔ کسی کے لاتعلقی سے کہے گئے جملوں سے اپنی مرضی کا مطلب نکال لیں۔

دفعتاً اسے لگا کہ وہ اس شاندار شخص کے برابر بیٹھی اس کا وجود کس قدر بے کیف اور بیکار لگ رہا تھا۔

"آپ کو میوزک پسند ہے؟" وہ اچانک پوچھنے لگی۔

"کچھ خاص نہیں۔"

"حالانکہ مجھے میوزک بہت پسند ہے خاص کر غزلیں۔"

شاہم نے کیسٹ آن کر کے اداس کر دینے والی ساعتوں کو ختم کر دیا۔

"اجنبی شہر کے اجنبی راستے۔"

"سلمان علوی۔"

اس نے پہچان لینے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا یہ غزل اکثر اپنے ٹوٹے ہوئے کیسٹ پلیئر پر سنی تھی۔ اس لیے اسے یاد رہ گیا۔

"آپ جانتی ہیں تو پھر انجان کیوں بن رہی تھیں۔" اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

نیوز سنٹر کے سنجیدہ ماحول میں اس نے گھنٹہ ڈیڑھ صرف کر کے اپنے مطلب کی کتابیں تلاش کیں۔

"کچھ پسند آیا؟"

وہ اچانک ہی قریب آگیا۔ اس کے ہاتھ سے کتاب چھوٹ کر زمین پر جا پڑی۔

"شاید آپ ڈر گئیں۔ آئی ایم سوری۔" اس نے آہستگی سے جھک کر کتاب اٹھائی۔

بھلا اتنی خجالت اور بوکھلاہٹ کی کیا بات تھی۔ وہ شرمندہ ہو گئی تھی۔

کاؤنٹر پر کتابوں کا بل شاہم نے چکا دیا۔

"یہ زیادتی ہے۔" اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔" شاہم نے بے نیازی سے کہا۔

"پلیز اگر آپ یہ پیسے رکھ لیں گے تو میں اپنی نظروں میں سرخرو رہوں گی۔" گاڑی میں بیٹھ کر اس نے پیسے بڑھائے۔

دفعتاً شاہم کو اپنا آپ بہت حقیر لگا۔ بہت چھوٹا،

اور وہ لڑکی اسے بلند معیار پر کھڑی نظر آئی۔
کتنا فرق ہے دونوں میں۔ دونوں کی زندگیوں میں ایک جیسی محرومی ہے۔ مگر وہ لڑکی اپنی خودداری کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتی اور ایک وہ ہے۔ جس نے اپنی ساری زندگی محض چند آسائشوں کے بدلے میں گروی رکھ دی۔ وہ اس لڑکی سے گیا گزرا تو نہیں۔ وہ مرد ہے مضبوط و توانا۔ وہ اپنے زور بازو پر اپنی زندگی بنا سکتا ہے۔ پھر یوں گردن جھکا کر ان کی جوتیاں کھانے سے فائدہ۔ وہ خود بھی جیسے اس بوجھ سے تنگ آیا تھا۔

کنزیٰ کو پہلی مرتبہ لگا جیسے اس کے چہرے پر بڑے عجیب سے رنگ تھے۔

"اگر میں یہ پیسے نہ لوں تو۔؟"

"میری خاطر۔" غلط لفظ منہ سے پھسل گئے۔ وہ خفا ہو گئی۔

"آپ کا اور میرا کیا تعلق۔ جو میں آپ کی خاطر آپ کا کہنا مانتی پھروں کیا کہنا منوانے کے لیے ایک لڑکی کافی نہیں ہے وہی لڑکی جس سے مجھے عشق کا دعویٰ ہے۔ میں سب کے جذبات کا خیال رکھتی پھروں میرے جذبات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔"

وہ سب بے بسی سے کہہ رہا تھا۔
دفعتاً کنزیٰ کو لگا جیسے اس کا رنگ سرخ ہو رہا ہے۔ کیا وہ یہی سننا چاہتی تھی۔ اس طرح کی عزت افزائی چاہتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں پانی بھر گیا۔

"آپ پلیز گاڑی روکیں۔"

اس سے بولا نہیں جا رہا تھا مگر پھر بھی اس نے بمشکل کہہ دیا۔

"آپ کا خیال ہے میں آپ کی یہ حماقت مان لوں گا۔" وہ ناگواری سے بولا۔

"مجھے یہیں اترنا ہے۔"

"پہلے کہاں گیا اس نمبر۔"

وہ لب بھینچے چپ بیٹھی رہ گئی۔
وہ شاید اس خوش فہمی میں تھی کہ وہ دونوں ایک جیسا بیک گراؤنڈ رکھتے ہیں اور ان کے دکھ بھی مشترک ہیں۔ وہ اسے بہتر طور پر سمجھ لے گا۔ مگر اس شخص نے تو اسے اس کی اوقات یاد دلا دی تھی۔

اس کلاس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس حقیقت کو تنا کر اس کو چھپی کسی [illegible] وہ بھی اس لڑکی کے مقابلے میں کم تر [illegible] اس لڑکی سے مقابلہ ہی کیا ہے۔

آتا "ٹاٹا" گاڑی کا ماحول بدل گیا۔ [illegible] لیے وہ بالکل گم صم بیٹھی رہی۔ [illegible] نہیں کی۔ نہ ہی اپنے غصے اور سبکی کی شدت [illegible]

"خدا حافظ۔"

اس نے اسے اس کی گلی سے [illegible] اور گاڑی لے اڑا۔ کس قدر شان سے [illegible] چلا گیا یوں جیسے کسی تناؤ کی کیفیت ان [illegible] ہی نہیں۔ وہ سسکی بھر کر اپنی چارپائی پر گر گئی۔

*_*_*

ان دنوں وہ خود کو کس قدر غیر اہم محسوس کر رہی تھی [illegible] دن بے خبری میں گزار کے وہ خود کو [illegible] الجھائے رکھتی۔ یا گھر کے کاموں میں [illegible] اچھی ہو "آسودہ ہو تو انسان کی زندگی کی [illegible] ہے۔ مگر اذیت ناک زندگی بوجھ ہو جاتی ہے۔

"کنزیٰ۔" خالہ اس کے بالکل سامنے آ گئیں۔

"جی خالہ۔"

"مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے۔"

"کہیے۔" وہ چونک گئی خالہ عجیب لگ رہی تھیں۔

"تمہارے لیے ایک رشتہ آیا ہے۔"

وہ کتنی دیر اس کے چہرے کو بغور دیکھتی رہیں۔ جس پر ایک سایہ آ کر گزر گیا تھا، لمحہ بھر کو اس کے [illegible] گود سے ہاتھ رکھے تھے۔

"میں نے سوچا تم سے بات کر لوں تم سمجھ دار ہو [illegible] کر محنت اور وہ بڑی لڑکی کی بیماری آگے کا سب معاملہ [illegible] عمر کو تمہیں گھر بٹھا کر تو نہیں رکھنا۔ اچھا رشتہ ہے۔ تمہیں وہ کپڑوں میں بیاہنے کو تیار ہے۔"

کنزیٰ کو لگا جیسے خالہ کی باتوں پر اس کا سر گھوم رہا ہے۔

"اس طرح اتنی چاہ سے بیاہ کر لے جانے والے کہاں ملتے ہیں میں ایک ہفتے کے اندر تمہاری بات پکی [illegible]

ہلکی۔

اپنا یہ بوجھ جلدی جلدی اتار پھینکنا چاہتی تھیں۔ کنزیٰ کو تو انہوں نے کچھ زیادہ ہی بوجھ سمجھ لیا تھا۔

نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں الجھا کر اپنی افسردگی چھپانا چاہی۔ اگر اس نے انکار کر دیا تو کی ساری زندگی خالہ کو وضاحتیں دیتے گزر جائے۔ اس سے کہیں بہتر ہے نہیں وہ اس شخص سے چپ شادی کر لے۔ کتنے بہت سے لوگ اس دنیا ناپسندیدہ لوگوں کے ساتھ زندگی گزار دیتے ہیں۔ ناپسندیدہ آدمی کلرکس اس کی پہنچ میں کون سا ہے۔ اور نہ اس ناپسندیدہ نے بھی اس عام سی لڑکی کو قبول کرنا تھا ہے۔

کنزیٰ کو لگا جیسے اس کا دل بالکل خالی ہو گیا ہے۔

اگلے روز ڈیپارٹمنٹ میں اس تری کو دیکھ کر دہ کو بہت ناپسندیدگی ظاہر کرتی رہی۔ اس کی کنپٹیاں توہین کے احساس کے تحت جل اٹھیں۔ اس کی پچھلی ٹھکراؤ ابھی تک بھولی نہیں تھی۔

اس کے قریب سے ہو کر گزر جانا چاہتی تھی۔

"ایک منٹ کنزیٰ۔" وہ اس کے سامنے آگیا۔

"مجھے کلاس لینی ہے۔" وہ رکھائی سے بولی۔

بھی اس کا سامنا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کے ترکش میں اس کے لئے اور کتنے زہریلے تیر بچے ہیں اور۔

"میری بات زیادہ ضروری ہے۔"

اپنی اہم اور غیر اہم باتوں کا تعین خود کرتا تھا۔ کیا پتا اس کی اہم بات اس کے نزدیک بالکل بیکار اور غیر ضروری ہو۔

"پلیز شاہم صاحب۔"

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی کلاس میں جا گھسی۔ اور جب کلاس لے کر باہر نکلی تو وہ ابھی تک اس کے انتظار میں ستون سے لگا کھڑا تھا۔

کنزیٰ کے دل میں ایک دم اداسی اتر آئی۔ یہ شخص حل کی طرف دوڑ رہا ہے پھر کیوں اس نے اس کا پیچھا پکڑ لیا؟ اسے پہلی مرتبہ احساس ہوا وہ بھی کسی بات پر دل کھول کر خوش نہیں ہو سکتی اور پھر خوش ہونے کے لئے کسی ٹھوس اور مضبوط حقیقت کا ہونا ضروری ہے۔

"دراصل کل ساری رات میں سوچتا رہا میں کب سے تنہا ہو گیا تھا۔" وہ بڑی سادگی سے کہہ رہا تھا۔ "بعض لوگ کتنی آسانی سے اپنا بوجھ اتار دیتے ہیں یوں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں اور یوں جیسے ان میں جیسے دوستانہ مراسم رہے ہوں۔"

بڑی بڑی سیاہ آنکھیں اسے ہمیشہ سے زیادہ اداس لگیں۔ وہ مزید کچھ کہے بغیر واپس مڑ گیا۔

وہ گھر لوٹا تو سامنے شیشے کی میز کے دوسری طرف ہی

اور مسز گورمانی جیسے اس کی منتظر تھیں میز پر کارڈ بکھرے تھے۔

"یہ دیکھو شاہم بیٹا! تمہاری منگنی کے کارڈ چھپ کر آچکے ہیں۔ کل سے تم اور ماہی انہیں بانٹنے کا کام شروع کردو۔ جس جس کو کارڈ دینا ہے دے دو۔"

شاہم نے کارڈ اٹھایا اور کھول کر دیکھا۔ سنہری حروف میں پروگرام درج تھا۔ اور اس کے نام کے ساتھ ماہم گورمانی کا نام۔

دفعتاً اسے لگا جیسے اس کا دل کسی نے مٹھیوں میں لے کر بھینچ ڈالا ہے۔

اس کے ذہن میں سیاہ آنکھیں ابھر آئیں۔ اور وہ بے تحاشا بھی بھولی سی سادہ چہرہ۔

یہ اس کے اندر کیسی تپش ہے، کیسی چبھن ہے۔ وہ لڑکی اسے صراط مستقیم سی لگ رہی تھی۔ اپنی طرف کھینچ رہی ہے اس کا اپنا مستقبل ہے شاندار اور روشن۔ ماہی سے شادی کرنے پر اسے سبھی کچھ ملے گا۔ ساری آسائشیں جن کی تمنا میں انسان مرجاتا ہے اور پھر وہ جن راحتوں کا عادی ہے ان کے بغیر اس سادہ سی لڑکی کا وجود اسے کیا سکھ دے سکے گا۔

وہ محض ایک خیالی تصور کے بل بوتے پر اپنی ساری زندگی داؤ پر نہیں لگا سکتا۔ کٹھن اور دشوار گزار راستوں کا انتخاب بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور پھر ساحل پر رہتے خود کو سمندر کی لہروں کے حوالے کرنا سراسر حماقت ہے۔ اور ۔۔۔

وہ سیاہ آنکھیں تصور میں پھر کھلبلی مچا گئیں۔

اس نے اپنے سر کو جیسے جھٹک کر ان آنکھوں کو بھی جھٹک ڈالا۔ مگر وہ اداس آنکھیں جن کی سطحیں ہمیشہ نم رہتی تھیں۔ اور ان میں کوئی دکھ بھی پنہاں تھا۔

وہ بے چینی سے اپنے کمرے میں آگیا۔

کل سے جب اس کی منگنی ہوگی تو ماہی کے حسین وجود کے سہارے وہ دنیا کی ساری تلخیاں بھلا دے گا اور اس سادہ سی لڑکی کو بھی۔ ماہی کس قدر حسین ہے اس کے خمدار ہونٹ اس کی بے تحاشا حسین آنکھیں اور اس کی دلربا رنگت اور سب اس جوڑے کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائیں گے اور وہ آسمان پر اڑنے لگے گا۔

وہ ساری رات اس کی آنکھوں میں کٹی۔ وہ ایک پل کو بھی آنکھیں نہیں موند سکا۔

اس لڑکی میں خودداری ہے، عزت نفس ہے، عزت نفس کا سودا کرنے والے بے عقل ہوتے ہیں۔ کیا شاہم ساری عمر دوغلی زندگی گزارتا رہے؟ اپنے دل کو یقین دلایا جائے کہ اسے ماہی سے واقعی عشق ہے۔ اس نے اسے ترقی اور کامیابی کا زینہ نہیں سمجھا۔ اور کیا وہ ساری زندگی غلام فلام کھیلتا رہے گا۔

وہ صبح اٹھا تو اس کا سر بھاری ہو رہا تھا اور آنکھیں لال انگارہ۔

بعض اوقات انسان اپنے ضمیر کی آواز دبانا چاہے تو بھی دبا نہیں سکتا۔ اسے لگا جیسے اس کے اندر کا انسان ابھی سانس لے رہا ہے۔ ابھی اس میں زندگی کے آثار باقی ہیں۔

اور ۔۔۔

صبح ناشتے کی میز پر ماہی کی صورت اسے بہت کھلی کھلی سی بہت لگاوٹ کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ مگر جیسے یہ سب بناوٹی ہے۔ سراسر مصنوعی ہے حقیقت تو کچھ اور ہے فطرت اور سادگی ان سیاہ آنکھوں میں ہے۔ انہی آنکھوں میں جنہوں نے اسے پچھلی ساری رات سونے نہیں دیا۔

سادگی کا پلڑا ہمیشہ بناوٹ پر بھاری ہوتا ہے۔

جیسے وہ سیاہ زلفیں اس کے قریب آگئیں۔ انہی زلفوں کی چھاؤں میں اس کی زندگی کی آسودگی ہے اور اس کی عزت نفس کی بقا بھی۔

اب صورت حال تبدیل ہو گئی تھی۔

وہ خود اعتمادی سے گاڑی کی طرف بڑھا۔ اس گاڑی پر اس کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ یہ مانگے کی راحتیں ہیں۔ اس نے گاڑی کی چابی گاڑی کے بونٹ پر چھوڑی اور تیز تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔

اس نے ساحل کو چھوڑ کر سمندر میں رہنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

*_*_*